قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 06 مئی 2022ء | 05 شوال 1443 ہجری قمری | 06 ہجرت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:108

ارشاد باری تعالیٰ

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ ہَدَی اللّٰہُ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡہِ الضَّلٰلَۃُ ؕ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۳۷﴾

(النحل: 37)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور بتوں سے اجتناب کرو۔ پس ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور انہی میں ایسے بھی ہیں جن پر گمراہی واجب ہوگئی۔ پس زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا تھا۔

فرمانِ رسول ﷺ

یَا أَیُّھَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاکُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَی أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَی عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَی أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَی أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَی

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، باقی مسند الانصار، حدیث رجل من أصحاب النبی ﷺ)

آنحضور ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، یاد رکھو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سرخ وسفید رنگ والے پر کسی طرح کی کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں تقویٰ اور صلاحیت وجہ ترجیح اور فضیلت ہے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

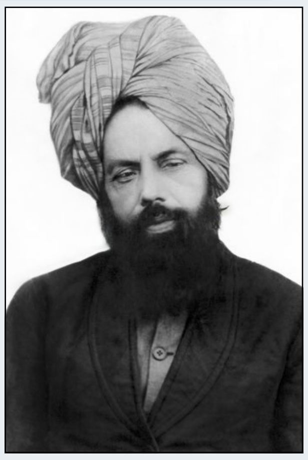

اے میرے قادر خدا! اے میرے پیارے رہنما! تو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق وصفا۔ اور ہمیں اُن راہوں سے بچا جن کا مدّعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔

امّا بعد اے سامعین! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اُس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں۔ یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیّتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں۔ اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔

اے ہموطنو!! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قدیم قوموں کو دی گئی ہیں۔ وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اُس کا سورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں اور دوسری خدمات بھی بجالاتے ہیں۔ اس کے پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اُس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاق ربّانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 439-440)

فرمان خلیفۂ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام دنیا کا خدا ہے۔ اور جس طرح اس نے تمام قسم کی مخلوق کے واسطے ظاہری جسمانی ضروریات اور تربیت کے مواد اور سامان بلا کسی امتیاز کے مشترک طور پر پیدا کئے ہیں اور ہمارے اصول کے رُو سے وہ ربّ العالمین ہے اور اس نے اناج، ہوا، پانی، روشنی وغیرہ سامان تمام مخلوق کے واسطے بنائے ہیں اسی طرح وہ ہر ایک زمانے میں ہر ایک قوم کی اصلاح کے واسطے وقتاً فوقتاً مصلح بھیجتا رہا ہے۔ جیسے علامہ رازی نے بھی لکھا تھا کہ سوال کرنے والے کے سوال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ جب دیکھ لیتا ہے کہ دنیا بگڑ رہی ہے، حالات خراب ہو رہے ہیں تو اس وقت مصلح بھیج دیتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جن قوموں یا مذہبوں کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انہی کو خاص کیا ہوا ہے جیسا کہ (اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں آریوں کا اور یہودیوں یا عیسائیوں کا ذکر کیا ہے) ان کا خیال یہ ہے کہ صرف انہیں میں ہی مصلح آ سکتے ہیں، انہیں میں نیک لوگ پیدا ہو سکتے ہیں، انہیں میں نبی آ سکتے ہیں، اسرائیلیوں سے باہر کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ اس بات سے اللہ تعالیٰ کو تمام جہانوں کا ربّ نہیں سمجھتے لیکن اسلام کے خدا کا تصور ربّ العالمین کا ہے، اسلئے قرآن کریم کی ابتداء ہی اس لفظ سے ہے۔

آپ فرماتے ہیں: ’’پس ان عقائد کے ردّ کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ اور جابجا اس نے قرآن شریف میں صاف صاف

بقیہ صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

- ربوہ، ربوہ ای اے (منظوم)
- ارشادات نور
- نایاب ہوتے پانی کی قدر کریں
- سیّد عبدالماجد رضوی مرحوم کا ذکر خیر
- روٹی
- کیا حضرت بدھؑ کی لاش کو جلایا گیا تھا یا دفنایا گیا تھا؟

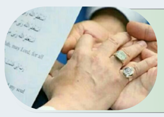

دربارِ خلافت

آپ اپنی روزانہ کی پنجگانہ نمازیں ادا کریں

ایک ممبر لجنہ نے حضور انور سے سوال کیا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہزار سال کا ہے۔ ایک سو سال گزر گئے، نو سو سال رہتے ہیں۔ تو اُس کے بعد definitely قیامت آئے گی نا؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا جواب:

ہاں، تو وہ سارے سال ملائیں تو اس کے بعد یہی ہے کہ قیامت ہے۔ لیکن، اللہ تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہ میں نے تمہارے سے جو پیشگوئیاں کی ہوئی ہیں جو تمہارے سے وعدے کئے ہوئے ہیں وہ پورے کروں گا۔ وہ پورے ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اُس کو تو دنیا دیکھے گی، ابھی تو اُن میں سے بہت سارے وعدے پورے ہونے باقی ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے (بعد)، جو عیسائیت پھیلی تھی اُس کو تین سو سال سے زائد عرصہ لگا تھا۔

حضور انور نے مزید فرمایا:

لیکن آپ نے فرمایا کہ تین سو سال نہیں گزریں گے کہ اُس سے پہلے تم دیکھ لو گے کہ اسلام احمدیت کی اکثریت دنیا میں قائم ہوگئی ہے۔ تو اُس کے بعد ساری باتیں ہونی ہیں، ابھی تو بہت ساری پیشگوئیاں پوری ہونے والی ہیں بہت ساری باتیں ہونے والی ہیں اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن تھا وہ پورا ہوگیا۔ ابھی مشن پورا ہونا ہے، اور جب تک یہ پورا نہیں ہوتا اُس وقت تک ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کی ترقی ہے اور اُس نے دنیا پر غلبہ پانا ہے اور پھر اسلام احمدیت کا غلبہ ہونا ہے (ان شاء اللہ)، اُس کے بعد پھر قیامت کے نظارے آنے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اُس وقت پھر برائیاں زیادہ پھیل جائیں گی وہ ایک بہت آگے کی بات ہے اُس کا ہمارے زمانہ سے کوئی تعلق نہیں، اُس کی فکر نہ کریں۔

ایک نومبائع کا سوال:

حضور! آپ ایک نومبائع کو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے کیا نصیحت فرمائیں گے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ:

دیکھیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نماز کے الفاظ سیکھنے کی کوشش کریں اور خاص طور پر سورۃ فاتحہ۔ اُس کو عربی زبان میں سیکھنے کی کوشش کریں اور پھر اُس کا ترجمہ۔ اور نماز ادا کرتے وقت، آپ کو یہ بھی کوشش کرنی چاہئے کہ آپ اپنی روزانہ کی پنجگانہ نمازیں ادا کریں (اور حضور انور نے دست مبارک سے پانچ کے عدد کا اشارہ بھی کیا)۔ اور اگر ممکن ہو تو باجماعت ادا کریں۔ اس کے علاوہ آپ نوافل ادا کریں بطور زائد عبادت۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو اس بات کی طاقت عطا کرے کہ آپ اپنے دین پر ثابت قدم ہوں۔ اور اس سلسلہ میں محض اللہ سے مدد مانگیں۔ چنانچہ کبھی بھی کوئی نماز نہ چھوڑیں۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ روزانہ پنجگانہ نمازیں فرض ہیں۔ اور آپ کو اُن کو ادا کرنا ہے۔ اور ان نمازوں کو بہت توجہ کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جب آپ سجدہ کی حالت میں جھکیں تو رو رو کر خدا سے مدد طلب کریں۔ پھر چند ماہ میں آپ اپنے آپ میں تبدیلی دیکھیں گے۔

(This Week with Huzoor مؤرخہ 18 فروری 2022ء
مطبوعہ الفضل آن لائن 14 مارچ 2022ء)

ربوہ، ربوہ ای اے

ربوہ کے لیے دعائیں

مرے ربوہ کے اے مولیٰ! سلامت بام و در رکھنا
ہمیشہ سب گھروں کے باغیچوں کو باثمر رکھنا

سنا ہے یاں کی مٹی نے قدم چومے خلیفہ کے
سدا اس خاک میں اس فیض کا شامل اثر رکھنا

میرے ربوہ کا سورج ہے جو لندن میں چمکتا ہے
تو اپنے نور کو اس کا ہمیشہ ہمسفر رکھنا

خدایا! میرے ربوہ کو اندھیروں سے بچا لینا
سدا اس شہر میں توحید کی روشن سحر رکھنا

یہاں کے باسیوں کا بِن ترے کوئی نہیں، مولیٰ!
ہمارے حال پہ ہر دم کرم کی ہی نظر رکھنا

کوئی بھی احمدی تیری زمیں پر ہو کہیں رہتا
تو اپنے فضل سے مولیٰ! دلوں کو جوڑ کر رکھنا

لیے امید کا کاسہ تری نجمہؔ سوالی ہے
سدا پھل سے بھرا میری دعاؤں کا شجر رکھنا

کنیز بتول نجمہ

آج کی دعا

طلب خیر کی پیاری دعا

''اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ہمیں خیر ہی خیر ملتی رہے''

رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ (القصص:25)

ترجمہ: کہ اے میرے ربّ! مَیں تیری ہر چیز، ہر خیر جو تو مجھے دے مَیں اس کا محتاج ہوں۔

یہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کی قرآنِ کریم میں مذکور طلبِ خیر کی بہت پیاری دعا ہے۔

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے قتل کئے جانے سے بچنے کے لئے خدائی حکم کے تحت اپنی قوم سے ہجرت کی۔ پردیس میں ان کے لئے کوئی انتظام نہ تھا۔ ایک جگہ پر انہوں نے دو نیک اور باحیا لڑکیوں کے لئے انکے مویشیوں کو پانی پلایا اور مندرجہ بالا دعا کی۔ خدا تعالیٰ نے آپؑ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا۔ ان دو میں سے ایک لڑکی سے آپؑ کی شادی ہوگئی اور آپؑ کو رہائش بھی میسر آ گئی۔

ہمارے بہت پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد بار اس دعا کی طرف جماعت کو توجہ دلائی ہے۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مثلاً ایک دعا جو حضرت موسیٰؑ کی ہے رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ (القصص:25) کہ اے میرے ربّ! مَیں تیری ہر چیز، ہر خیر جو تو مجھے دے مَیں اس کا محتاج ہوں۔ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ہمیں خیر ہی خیر ملتی رہے۔''

(خطبہ جمعہ 5 دسمبر 2008)

(مرسلہ: مریم رحمٰن)

مرسلہ: فائقہ بُشریٰ

ارشاداتِ نور

قسط 13

مصائب اپنی ہی بدعملیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں

فرمایا۔ آدمی کو جب کبھی بیماری آتی ہے یا کوئی تکلیف یا مصیبت وارد ہوتی ہے تو اس کے متعلق قرآن کریم نے یہ قاعدہ بتایا ہے کہ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (الشوریٰ:31)

جو مصیبت آئی ان کے اپنے ہی کرتوتوں سے آئی۔

ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ مجھ کو الہام ہوا تھا۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (الانفال: 29)۔ یہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔

پھر تکلیفیں یا مال کے ذریعہ ہوتی ہیں یا جان پر پڑتی ہیں یا بیوی بچوں کے ذریعہ آتی ہیں یا آبرو خراب ہوتی ہے یا رشتہ داروں کے ذریعہ سے یا ملک پر۔ اور اس کے علاوہ ایک زبردست مصیبت ہے جو سب سے بڑھ کر ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انسان کا بُعد ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق دو آیتیں میں پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (التوبہ: 77)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا وعدوں کے خلاف کرنے اور جھوٹ بولنے کے سبب ان کے دلوں میں نفاق پڑ گیا اس دن تک کہ وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہوں۔

دوسری آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرہ:7-8)

اس کے لطیف معنے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتائے ہیں۔ ایک آدمی ایسا شریر ہوتا ہے اور گندا ہوتا ہے کہ جب اس کو اس کی بھلائی کے لیے کوئی بات کہتے ہیں تو معاً وہ انکار کر جاتا ہے۔ اس کو اس خیرخواہی پر ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی اس واسطے اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ میں نے بار بار یہ کہا ہے کہ میں تم سے کسی بات کا خواہش مند نہیں۔ اپنی تعظیم کے لیے تمہارے اٹھنے کا محتاج نہیں۔ تمہارے سلام تک کا محتاج نہیں۔ باوجود اس کے میں کسی کو کچھ کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں لیکن ایسے بھی ہیں کہ ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ میں نے ایک آدمی کو نصیحت کی اس نے مجھ کو دو ورق کا خط لکھ کر دیا۔

خلاصہ کلام جو انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو کسی گناہ کے ذریعہ سے اس کو پہنچتا ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 362)

بے فائدہ بحثیں نہ کرو

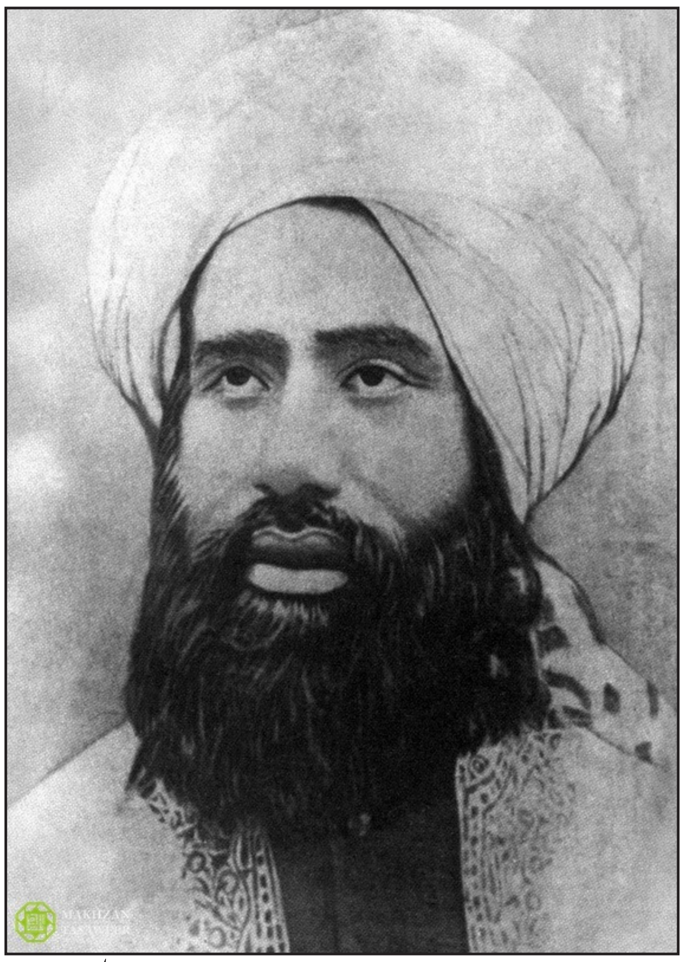

ایک شخص کا خط پیش ہوا کہ ایک جگہ احمدیوں میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ فرشتے جسم رکھتے ہیں یا بے جسم ہیں اس پر حضرت خلیفۃ المسیح رنجیدہ خاطر ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ کن نکمی بحثوں میں لگ جاتے ہیں۔ کیا ان کے پاس دین دنیا کا کوئی مفید کام نہیں یا وہ سب کام انہوں نے ختم کر لیے ہیں۔

فرمایا۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنہ)۔ انسان کے اسلام کی خوبی اس بات میں ہے کہ بے فائدہ باتوں کے پیچھے نہ پڑے۔ اگر فرشتے جسم کے ہیں تو اس سے تم کو کیا مل جاوے گا اور اگر جسم کے نہیں تو تمہارا کیا نقصان ہو گا اور اگر یہ علم تم کو حاصل ہو گیا تو دین دنیا میں کون سی نیکی ہے جو اس ذریعہ سے تم کماؤ گے۔ اگر کوئی فائدہ حاصل نہیں تو پھر قرآن شریف کی اس آیت پر کیوں عمل نہیں کرتے کہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون:2-4)

تحقیق بامراد اور کامیاب ہوئے وہ مومن جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور وہ جو بے فائدہ باتوں سے کنارے میں رہتے ہیں۔

آج تک انسان اپنی بناوٹ کی حقیقت سے تو آگاہ نہیں ہوا پھر فرشتوں کی بناوٹ پر بحث کرنے سے کیا حاصل۔

تو کار زمین کے نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ (الکہف:52) آسمان زمین کے پیدا کرنے کے وقت میں نے ان لوگوں کو سامنے کھڑا نہیں کر رکھا تھا کہ یہ اس کو دیکھتے اور شاہد حاضر بنتے بلکہ یہ اپنی پیدائش کے وقت بھی گواہ نہیں۔ ملائکہ کے متعلق شریعت میں لفظ جسم کا نہیں آیا پس ہم جسم کا لفظ نہ بولیں اور ان کی بناوٹ کی کیفیت کو خدا پر چھوڑیں۔ اس سے زیادہ اس معاملہ میں گفتگو نامناسب ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 362-363)

جھگڑے کی باتوں سے بچو

حضور نے نہایت درد دل سے فرمایا۔

مَا ضَلَّ قَوْمٌ مِّنَ الْحَقِّ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ہدایت کے بعد قوم گمراہ ہوتی ہے تو اس وقت کہ وہ باہم جھگڑا کرنے لگیں۔ پس تم جھگڑے کی باتوں سے بچو۔

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 367)

جزیہ

بعض نادان جزیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اسے انتہا درجہ کا ظلم قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک قسم کا ٹیکس ہے اور ایسے ٹیکس ہر سلطنت میں ہوتے ہیں۔ میں نے کپڑوں پر، گھوڑوں پر، دوکانوں پر غرض ہر چیز پر ٹیکس دیکھا ہے۔ مدرسہ، سڑکانہ، مالگزاری کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے پھر فیس الگ۔ برخلاف ان کے یہ ٹیکس جس کا دوسرا نام جزیہ ہے ایک بہت ہی قلیل رقم ہے مثلاً ایک کروڑ روپیہ کسی مسلمان کے پاس ہے تو اسے اڑھائی لاکھ روپیہ زکوٰۃ کا دینا پڑے گا مگر ایک غیرمسلم کو صرف ساڑھے چار دینے پڑیں گے اور اس کے معاوضہ میں اس کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی اور مسلمان کو تو علاوہ اڑھائی لاکھ کے جان بھی دینی پڑتی ہے۔ باوجود اس فرق بین کے پھر بھی یہ کہنا کہ مسلمانوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں غیرمسلموں پر ظلم کیا اور ان پر جزیہ لگایا حد درجے کی بے انصافی ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 368)

ہدایت سے روکنے والی چار چیزیں

فرمایا کہ ہدایت سے روکنے والی چار چیزیں ہیں۔ رسم، عادت، بدظنی، خودپسندی۔ ان چاروں سے بچو۔

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 371)

قرآن کی نافرمانی

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ (الاحقاف:22) پڑھاتے ہوئے فرمایا۔ دیکھا کہ ایک نبی کی تعلیم پر نہ چلنے سے عاد ہلاک ہو گئے۔ قرآن مجید میں تمام انبیاء کی تعلیم ہے پس جو قرآن مجید کی نافرمانی کرے گا اس کا کیا حال ہو گا؟ عبرت پکڑو اور خدا کے فرمانبردار ہو جاؤ۔

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 371)

خدا کے رسولوں پر ایمان لاؤ

اللہ کے نیک بندے اولوالعزم رسول بڑے بڑے نشانوں کے ساتھ دنیا میں آتے ہیں۔ کچھ پردے ہیں کہ وہ نشان سمجھ میں نہیں آتے۔ بہت لوگ ایسے ہیں کہ زمین کے نشان ہوں کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ دنیا چند روزہ ہے یہ جاہ و جلال سب کے سب یہاں ہی رہ جاویں گے۔

(ارشاداتِ نور جلد سوم صفحہ 393)

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

نایاب ہوتے پانی کی قدر کریں

مکسر نل سے ٹھنڈا گرم پانی ایک تناسب سے ملا کر اس سے برتن کھنگال کر ڈش واشر میں رکھتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جہاں دور دور تک سر سبز گھاس کے فرش پر خود کار انتظام سپر نکلر سے پانی کے فوارے گھوم گھوم کے پھوار ڈال رہے تھے۔ بہت خوب صورت منظر تھا دل حمد کی طرف مائل ہؤا اور تشکر کے جذبات کے ساتھ یہ سوچتے ہوئے کہ مہربان خدا نے کیسی کیسی سہولتوں سے نوازا ہے۔ ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ پانی کا یہ گلاس فرِج میں لگے نلکے سے لیا تھا جس میں فلٹر لگا ہؤا ہے اور اس کے برابر میں ذرا سا بٹن دبانے سے برف کے کیوب گلاس میں آ گرے تھے۔ پانی کی اتنی سہولت، آسانی اور فراوانی پہلے کہاں میسر تھی۔ مجھ ناچیز تک پانی کا یہ گلاس پہنچانے میں کتنے بندگانِ خدا کی محنت کارفرما ہو گی۔ بعض دفعہ ہم آدھا گلاس پانی پی کر باقی پھینک دیتے ہیں۔ قدر نہیں کرتے۔ سوچ کے دھارے بہت دور ماضی میں لے گئے۔ میری آنکھ قادیان میں کھلی تھی۔ دارالفتوح میں ریتی چھلہ کے سامنے ہمارا گھر تھا جو دو دکانوں کے اوپر بنایا گیا تھا۔ اس وقت اوپر پانی پہنچانے کے لئے اباجان نے زمین پر ہاتھ سے چلنے والے نلکے کی پائپ کو اضافی پائپ لگا کر چھت میں سوراخ کر کے اوپر نکلوالیا تھا اس طرح پہلی منزل پر نلکا میسر آ گیا تھا جو اس وقت اباجان کی جُودتِ طبع کے نمونے کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ یہ نلکا اس لئے بھول نہیں پائی کہ میں بہت چھوٹی تھی ایک دفعہ ہینڈل چھٹنے سے ماتھے پر چوٹ لگی تھی جس کا نشان اب تک ہے اور کسی کے پوچھنے پر کہ یہ نشان کیسا ہے قادیان والے گھر کے نلکے کا ذکر رہتا ہے۔

پاکستان آئے تو کچھ عرصہ لاہور رتن باغ رہنے کے بعد ربوہ آئے یہاں کچھ سال رہائش دارالخواتین میں رہی۔ جہاں ایک احاطے میں چالیس خاندان رہتے تھے اور صحن کے درمیان میں ایک ہاتھ سے چلنے والا نلکا تھا۔ سب اسی سے پانی بھرتے تھے قریباً ہر وقت قطار لگی رہتی جس کو جو برتن میسر ہوتا بھرنے کے لئے لے آتا۔ یہ برتن قطار میں رکھ دئے جاتے عام طور پر کنستر کے اوپر کا ڈھکنا کاٹ کر لکڑی کا ہینڈل لگا لیا جاتا یہ پانی ڈھونے کے کام آتا۔ باری آنے پر جس کا برتن سب سے آگے ہوتا پانی بھر کے لے جاتا باقی برتن آگے کھسکا دئے جاتے اس اثنا میں ہم بچے کھیلتے رہتے اور بڑی عورتیں اپنے کاموں میں لگی رہتیں۔ پانی گھر لا کر لکڑی کی گھڑونچی پر رکھے مٹی کے گھڑوں میں بھر لیا جاتا۔ پانی بھرنے کا نسبتاً آسان وقت فجر سے پہلے' جلتی دوپہر کو یا عشاء کے بعد ہوتا کیونکہ ہجوم کم ہونے کی وجہ سے جلدی باری آجاتی۔ نلکا چلانے کے لئے زیادہ تر بچوں کی ڈیوٹی لگتی ہم معمر عورتوں کے لئے نلکا چلا کر دعا لیتے۔ گھڑوں اور صراحیوں میں پانی سٹور کیا جاتا جو بہت ٹھنڈا ہو جاتا گرمیوں میں اچھا لگتا لیکن سردیوں میں صبح کے وقت ربوہ کی ٹھنڈ میں اسی پانی سے وضو کرنا ہوتا۔ گیس اور بجلی نہیں تھی پانی گرم کرنے کے لئے لکڑی کا چولھا جلانا ہوتا اور اس کے لئے خشک جھاڑیاں جمع کرنا ہوتیں یا لکڑی حاصل کرنی ہوتی۔ یہ سب آسان نہیں تھا۔ تاہم جو میسر تھا اس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار رہتے۔

اس کے بعد جب دارالرحمت وسطی میں اپنا گھر بنا کر اس میں منتقل ہوئے تو سب سے خوشی کی بات یہ تھی کہ ایک نلکا صرف ہمارا تھا بلا شرکتِ غیرے۔ ہم اس سہولت کو اللہ پاک کی عظیم نعمت سمجھتے اور دل سے شکر ادا کرتے۔ صحن میں نلکے کے گرد کُھرا تھا۔ ہم کُھرا ہی کہتے بعد میں پتا لگا کہ اردو میں حوضی کہتے ہیں۔ اسی جگہ نلکا چلا کر بالٹی سے پینے کا پانی بھر لیتے یہیں برتن اور کپڑے دھوئے جاتے۔ ہمارا پانی میٹھا تھا اسے میٹھا اس لئے کہتے کہ کڑوا نہیں تھا ورنہ بعض علاقوں میں کڑوا پانی نکلتا تھا۔ کُھرے کی نالی ایک کیاری تک جاتی جس میں امی جان بڑے شوق سے سبزیاں اور پھول لگاتیں وافر پانی ملنے سے پودے خوب پھلتے پھولتے۔ مجھے یاد ہے کئی قسم کی تازہ سبزیاں گھر میں مل جاتیں۔ جو امی جان دوسروں کو تحفہ دے کر بہت خوش ہوتیں۔ باغبانی کا یہ شوق پھر سب ہم بچوں میں بھی آیا۔ پینے کا پانی وہاں بھی گھڑے اور صراحیوں میں رکھا جاتا کبھی بہت گرمی ہوتی یا مہمان آتے تو سیر دو سیر برف بازار سے منگوائی جاتی۔ برف لپیٹ کر لانے کے لئے پرانا تولیہ کام آتا مگر گھر آنے تک پھر بھی آدھی رہ جاتی۔ روزوں میں برف سے ٹھنڈا کیا ہؤا پانی بہت اچھا لگتا۔

ربوہ میں یہ خبر بہت دفعہ گرم ہوتی کہ کمیٹی والے اونچائی پر ٹینک بنائیں گے جس میں پانی ذخیرہ کریں گے۔ پھر گھر گھر صاف پانی ملے گا پھر ہم نے دیکھا کہ جگہ جگہ چبوترے بننے لگے جن میں نلکے لگائے گئے جہاں وقت پر پانی آتا اور محلے والے پانی بھر لیتے حسن اتفاق سے ایک نلکا ہماری آپا لطیف صاحبہ کے مکان کے سامنے لگا۔ جس سے ہمارے بہنوئی مکرم شیخ خورشید صاحب پانی بھرا کرتے اور یہ کام وہ اتنی پابندی لگن اور محنت سے کرتے جیسے یہ بھی عبادت ہو۔ میری شادی تک کمیٹی کا پانی محلے تک آیا تھا گھروں میں نہیں آیا تھا جو باہر لگے نل سے پانی نہیں بھر سکتے تھے وہ گھر کے نلکے پر ہی گزارا کرتے۔ یہ خیال عام ہو رہا تھا کہ یہ پانی صاف نہیں ہے کئی قسم کی مضر چیزیں پانی میں ملی ہوتی ہیں۔ ہماری امی جان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت قدر کرتیں اور ہمیں بھی شکر گزاری اور کفایت کا درس دیتیں۔ صرف پانی ہی نہیں وہ کسی چیز کا ضیاع پسند نہ کرتی تھیں۔ سورہ التکاثر کا ترجمہ سناتیں ضیاع پر استغفار کرنے اور شکر گزار ہونے کی تلقین کرتیں کہ اللہ تعالیٰ اسراف کو پسند نہیں فرماتا۔ اس کے لئے سورہ الانعام کی آیت 142 سناتیں اور کھانے پینے میں حد میں رہنے کے لئے سورہ اعراف کی آیت کا حوالہ دیتیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

پسند نہیں کرتا یعنی ناپسند کرتا ہے۔ بے جا اسراف کرنا، حد سے بڑھنا، ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ آنحضور ﷺ نے خود وضو کر کے احتیاط سے کم پانی میں وضو کا طریق سکھایا۔

ایک حدیث ہے کہ ایک صحابی وضو کر رہے تھے جس میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کر رہے تھے آنحضور ﷺ نے انہیں پانی ضائع کرنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا:

''کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں چاہے تم بہتی نہر کے کنارے ہی کیوں نہ بیٹھے ہو۔''

(مسند احمد حدیث نمبر 6768، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 419)

پہلے میری سمجھ میں بالکل نہیں آتا تھا کہ پانی میں اتنی کفایت کا ارشاد کیوں ہے شاید کنوئیں سے پانی نکالنے کی محنت کی وجہ سے ایسے فرمایا ہے مگر نہر یا دریا کے کنارے بیٹھ کر بھی زیادہ پانی استعمال کرنے میں کیسا نقصان کس کی حق تلفی؟ پھر یہ سمجھ آئی کہ مراد یہ ہے چیز کتنی بھی وافر کیوں نہ ہو ہمارا حق اپنی ضرورت کی حد تک ہے۔ اپنی ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے ورنہ ضیاع کی عادت ہو جاتی ہے۔ اور اس سے نفس موٹا ہوتا ہے اور دوسروں کا حق مارا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صحابہ کرامؓ کی روایات کے مطابق رسول کریم ﷺ بہت تھوڑے سے پانی سے وضو کر لیتے ایک صاع میں غسل فرما لیتے (ایک صاع میں ایک اندازے سے چار لیٹر پانی آتا تھا)۔ اسراف سے بچنا حکم خداوندی ہے اور اتباعِ سنتِ رسول ﷺ کا ثواب بھی ہے۔ جب دنیا کے سب سے مطہر، سب سے مقدس اور سب سے مقرب انسان احتیاط سے پانی استعمال کرتے تھے تو ہمیں بھی احتیاط کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جو زمین آسمان کے

سب خزانوں کا مالک ہے مقدار اور ضرورت کے مطابق اپنی نعمتیں نازل فرماتا ہے اس میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔ بے تحاشا، بے اندازہ خرچ کرتے چلے جانا مناسب نہیں۔

مجھے یاد آیا پانی کی قدر کرنے کے لئے اباجان بھی ایک واقعہ سناتے تھے:

ایک روز ہارون الرشید کو پیاس لگی پانی آیا تو پینے ہی لگے تھے کہ قریب بیٹھے ہوئے ابنِ سماک نے کہا ٹھہر جایئے اگر پیاس کی شدت میں آپ کو پانی نہ ملے تو ایک پیالے کے لئے کتنا خرچ کر کے حاصل کر سکتے ہیں؟ ہارون الرشید نے کہا ضرورت پڑی تو آدھی سلطنت دے دوں گا۔ ابن سماک نے کہا پانی پی لیجئے۔ جب انہوں نے پانی پی لیا تو ابن سماک نے کہا اگر یہ پانی پیٹ کے اندر رہ جائے تو کتنا خرچ کر سکتے ہیں۔ جواب دیا ایسی ضرورت پڑی تو آدھی سلطنت دے دوں گا۔ ابن سماک نے کہا تو آپ کی سلطنت کی قیمت ایک پیالہ پانی اور ایک پیشاب کے برابر ہے اس پر غرور نہ ہونا چاہئے؟ ہارون الرشید کے دل کو یہ بات لگی دیر تک روتے رہے۔ یہ واقعہ دل پر بہت اثر کرتا ہے اور پانی کے ہر گھونٹ پر شکر کی طرف مائل کرتا ہے۔

شادی کے بعد کراچی آگئی تو ایک دفعہ پھر پانی کی دقت دیکھی۔ دراصل ہم ایک چارمنزلہ بلڈنگ کی چھت پر رہتے تھے کراچی میں اس طرح عارضی بنائے گئے ٹھکانوں پر پانی کی کمی رہتی۔ چھت پر بلڈنگ والوں کے لئے پانی کا بڑا سا ٹینک تھا مگر اس سے پانی بلڈنگ والوں کو ملتا چھت والوں کو نہیں۔ ہم چھت پر کچے پکے کمرے بنا کر رہتے تھے جہاں پانی کے حصول کا ایک ہی ذریعہ تھا اور وہ ٹینک میں لگا ایک نل جو زمین سے بمشکل ایک فٹ اونچا ہوگا۔ ہم اس کے نیچے ڈبے اور دیگچیاں لگا کر پانی مٹکوں اور حمام میں بھرتے۔ اتنی محنت سے بھرا ہؤا پانی احتیاط سے استعمال کرتے۔ اور اللہ کا شکر کرتے کہ یہ بھی میسر تھا۔

یہ دور بھی گزر گیا۔ ناصر صاحب کی سرکاری ملازمت میں لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں بڑے بڑے سرکاری کوارٹروں میں رہنا ہؤا۔ ہر جگہ پانی کا اچھا انتظام تھا۔ کمی نہیں تھی لیکن جو عادت ہوگئی تھی کہ ضائع نہیں کرنا وہ ساتھ تھی۔ ایک دفعہ ایک غلطی سے بڑا مسئلہ ہؤا جس سے ایک نصیحت بھی ہوئی ہؤا یوں کہ ایک سرکاری کوارٹر پانی مقرر وقت پر دو گھنٹے کے لئے آتا تو ہم بھر لیتے۔ نلکا کھلا رکھتے کہ جب پانی آئے فوراً پتہ لگ جائے جلدی سے بھر لیں ایسا نہ ہو غفلت ہو جائے تو پانی نہ ملے۔ ایک عید کے دن نمازِ عید کے لئے مسجد گئے۔ خوشی خوشی سب سے عید ملتے ملاتے واپس آئے تو گھر سے باہر پانی بہہ رہا تھا کمروں میں سیلاب آیا ہؤا تھا۔ قالینیں گیلی، کئی چیزیں خراب ہوئیں۔ ہم جو پانی کے لئے نلکا کھلا رکھتے تھے وہ کھلا رہا اور پانی بہتا رہا۔ عید کا باقی سارا دن صفائیاں کرتے گزرا۔ پانی کے استعمال کے ضمن میں یاد آیا ایک دفعہ لندن سے ہماری ایک بھتیجی آئی ہوئی تھی وہ ہمیں کھلا پانی استعمال کرتے دیکھ کر حیران رہ گئی بتایا کہ ہم تو ایک پاؤنڈ کا سکہ ڈالتے ہیں تو پانی آتا ہے جب ختم ہو جائے تو پھر پاونڈ ڈالتے ہیں۔ اس کی باتیں سن کر ہمیں اپنی قسمت پر رشک آیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا۔

کراچی میں جب اپنا گھر بنایا تو زیر زمین ٹینک گہرا اور بڑا بنوایا تا کہ دو تین دن پانی نہ بھی آئے تو گزارا ہو جائے۔ پانی کی موٹر سے پانی چھت پر بنے ٹینک میں بھرنا ہوتا لیکن یہ موٹر بجلی سے چلتی ہے اور کراچی کراچی ہے کبھی بجلی نہیں تو کبھی پانی نہیں۔ ایسا بھی ہوتا کہ کبھی بجلی دو تین دن کے لئے چلی جاتی تو پانی بھی غائب ایک دفعہ تو ہم نے پرنالے سے گرنے والا پانی بھی جمع کر کے استعمال کیا۔ ایسے وقتوں میں بچوں کو صبر، ایثار اور نعمتوں کو سنبھال کر خرچ کرنے کے لئے بہت سی مثالیں دیتی خاص طور پر اصحابِ نبی کریم ﷺ کا پُر درد واقعہ جب ایک غزوہ میں حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل، حضرت حارثؓ بن ہشام اور حضرت سہیلؓ بن عمر زخمی ہوئے۔ تینوں جان کنی کی حالت میں تھے اور شدید پیاس محسوس کر رہے تھے۔ ایسی حالت میں پانی کے چند قطرات ان کے لیے آبِ حیات کا حکم رکھتے تھے مگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو خود پر ترجیح دی تینوں نے شہادت پائی مگر پانی کے ایک گھونٹ کی قربانی انہیں امر کر گئی لاکھوں لاکھ درود ہوں اس مقدس وجود پر جس نے عرب کے وحشیوں میں، جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ایسا انقلابِ عظیم پیدا کر دیا کہ وہ اپنے بھائی کی ضرورت کو دیکھ کر اپنی حالت کو بالکل ہی بھول جاتے تھے۔ ہم بھی ایسی نیکی کر سکتے ہیں پانی کفایت سے استعمال کریں تا کہ کسی اور کو پانی مل سکے۔

حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ جماعت کے لئے مالی قربانی کرنے والے چوٹی کے افراد میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعماء کی قدر کرنے کے بہت سے واقعات بیان ہوئے ہیں مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب، امام مسجد فضل لندن کے مضمون سے کچھ حصہ پیش ہے:

''اب میں حضرت چوہدری صاحبؓ کی زندگی کا ایک اور نادر پہلو بیان کرنے لگا ہوں جس کو خود میں نے بارہا دیکھا اور آپ کے اکثر دوست احباب بھی اس کے چشم دید گواہ ہوں گے۔ اس کا تعلق کفایت اور بچت کی خوبی سے ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب نہانے کے صابن کی ٹکیہ چھوٹی رہ جاتی ہے جس کو پنجابی زبان میں چیّر کہتے ہیں تو قریباً سب لوگ ہی اس کو بیکار سمجھتے ہوئے پھینک دیتے ہیں لیکن چوہدری صاحبؓ کا طریق یہ تھا کہ آپ اس چیّر کو اور صابن کی نئی ٹکیہ کو پانی لگا کر دونوں ہاتھوں سے دبا کر جوڑ لیتے اور پھر اس صابن کو استعمال کرتے۔ اگر کوئی اس بات پر کچھ تعجب یا حیرت کا اظہار کرتا تو آپ یہ سیدھی سادھی دلیل دیتے کہ جس چیّر سے کل تک تم نہاتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے تو آج کیوں اسے استعمال کرتے ہوئے تمہیں شرم آتی ہے۔ میں نے خود کئی بار آپ کو (بعض صورتوں میں) دو رنگ کے صابنوں کو بھی جوڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحبؓ کو دنیا جہان کی بے شمار نعمتوں اور اعزازات سے نوازا تھا۔ آپ دنیا کے عظیم محلات اور ایوانوں میں گئے عظیم شخصیات سے ملنے کے مواقع آپ کو ملے لیکن آپ طبعاً بہت ہی منکسر المزاج تھے اور آپ کی زندگی پر سادگی اور درویشی کا رنگ غالب تھا۔ اس کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ اپنی ذات پر خرچ میں بہت بچت کرتے لیکن راہِ خدا میں خرچ کرتے ہوئے اور غرباء اور طلباء کی امداد کے وقت خوب دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ اپنی ذات پر بچت کے حوالہ سے آپ کا ایک معمول یہ تھا کہ جب بھی آپ اپنے کاموں کے لئے سنٹرل لندن جاتے تو ڈسٹرکٹ لائن (District Line) کے ایسٹ پٹنی (East Putney) سٹیشن سے آتے جاتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ پیدل راستہ کے لحاظ سے وہ دوسرے سٹیشن ساؤتھ فیلڈز (Southfields) سے قدرے دور تھا۔ لیکن وہاں سے جانے کی صورت میں کرایہ غالباً ایک پینس کم لگتا تھا۔ عام لوگ بالعموم ساؤتھ فیلڈز سٹیشن سے سفر کرتے اور کرایہ کے اس معمولی فرق کا خیال نہ کرتے اور اپنے آرام کو مقدم رکھتے تھے۔ حضرت چوہدری صاحبؓ ہر سفر میں ایک پینس کی بچت کرتے اور دوسروں کو بھی بتاتے اور اس کی تحریک فرماتے تھے۔ حضرت چوہدری صاحبؓ نے بتایا اور کئی بار یہ بات ان کی تقاریر میں سننا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بعض لوگ مجھ سے بحث کرنے لگ جاتے ہیں کہ چوہدری صاحب ایسا کرنے سے آپ کو کیا بچت ہوتی ہے میں کہتا ہوں: ایک پینس۔ وہ پھر کہتے ہیں آخر آپ کو فائدہ کیا ہوتا ہے؟ میں ان سے پھر کہتا ہوں: ایک پینس۔ حضرت چوہدری صاحبؓ یہ تذکرہ بہت تفصیل سے فرماتے اور اپنے مخصوص انداز میں احباب کو بتاتے کہ دیکھنے میں تو یہ ایک پینس کی بچت ہے لیکن اسی طرح بچت کرتے رہنے سے سینکڑوں ہزاروں پاؤنڈ کی بچت کی جا سکتی ہے۔ ایسے مواقع پر آپ ''قطرہ قطرہ می شود دریا'' کا فارسی محاورہ بھی استعمال فرماتے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 8 فروری تا 14 فروری 2019ء)

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے سنا تھا کہ وہ بھی پانی بہت خیال سے استعمال کرتے ہیں۔ انگلینڈ میں عام طور پر گرم ٹھنڈے پانی کے نلکوں کو ایک تناسب سے کھول کر غسل کرنا ہوتا ہے اور ایک دفعہ پانی مناسب گرم کر کے پھر بند نہیں کیا جاتا۔ جب تک فارغ نہ ہوجائیں۔ لیکن آپ نے بتایا کہ وہ بار بار پانی بند کر کے پھر پانی ملانے کا عمل کرتے ہیں تا کہ پانی ضائع نہ ہو اس طرح لندن کا بہت سا پانی ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ ہم بھی ذرا سی زحمت کر کے ان متقین کے نقش قدم پر چلیں۔ پانی یا کسی بھی نعمت کا بے احتیاطی سے استعمال ناشکری کے زمرے میں آتا ہے۔

لمبا عرصہ کراچی رہنے کے بعد قسمت امریکہ لے آئی۔ یہاں قدرت کے نئے رنگ دیکھے ہر نعمت کی فراوانی ہے اور اس قدر کہ بچوں کو یہ سمجھانا پڑتا ہے کہ اگرچہ آسانیاں میسر ہیں شکر گزار رہنا ضروری ہے۔ شکرگزاری سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔'' (ابراہیم:8)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نعمت شکر کے ساتھ وابستہ ہے اور شکر کے نتیجہ میں مزید عطا ہوتا ہے اور یہ دونوں ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ اور خدا کی طرف سے مزید عطا کرنے کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ بندہ شکر کرنا نہ چھوڑ دے۔

(کنزالعمال جلد نمبر 2 صفحہ 151)

ان علاقوں کا سوچیں جہاں پانی کی قلت ہے لوگ پینے کے پانی کو ترستے ہیں۔ ہیومینٹی فرسٹ والے بے آب علاقوں میں نلکوں سے نکلنے والے پانی کو دیکھ کر وہاں کے باشندوں کی خوشی کا عالم دکھاتے ہیں۔ ان کے چہروں پر چھلکتی خوشی دیکھ کر ہمیں بھی خوشی ہوتی ہے۔ پیاسوں کو پانی پلانا صرف ہیومینٹی فرسٹ والوں کا کام نہیں ہم بھی تعاون کر سکتے ہیں دنیا کی کتنی بڑی آبادی کے لئے پینے کا صاف پانی میسر نہیں کتنے لوگ ہیں جو ان جوہڑوں سے پانی پی رہے ہیں جن سے ان کے جانور بھی پانی پیتے ہیں۔ ان کی سہولت کے لئے ہم صرف فالتو پانی بہانا ہی بند کر دیں تو کتنے لوگ پانی حاصل کر سکیں گے۔ دوسروں کو پانی پلانا بہت بڑی نیکی ہے۔

ساری نصیحتوں، مشاہدے اور تجربے سے پانی کے اسراف سے بچنے کے لئے ہم پانی اتنی دیر کھلا رکھیں جب اس سے جسم کا کوئی عضو، کپڑا یا برتن دھو رہے ہوں اس لئے نہ بہنے دیں کہ ابھی تھوڑی

بقیہ صفحہ 12 پر

سیّدہ ثریا صادق۔ لندن

میرا شہید بھائی

سیّد عبد الماجد رضوی مرحوم

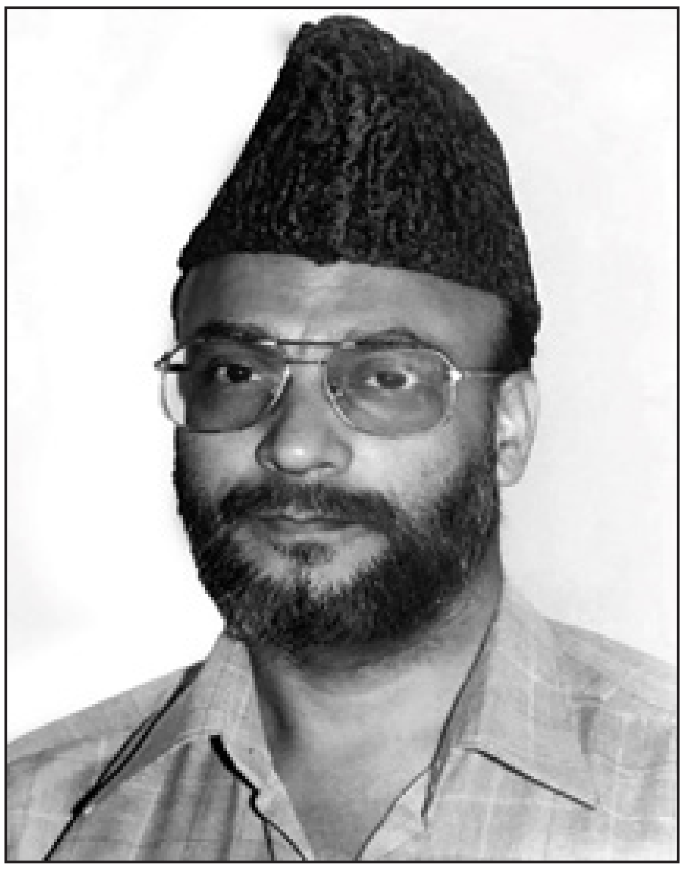

میرے پیارے اکلوتے بھائی سیّد عبد الماجد رضوی صاحب مرحوم 29 مئی 2001ء میں کسی دشمن احمدیت کی گولی کا نشانہ بن کر موقع پر ہی شہید ہو گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ کی وفات کے بعد ایک موصی کی حیثیت سے آپ کی نعش کو تدفین کے لئے اننت ناگ کشمیر سے بہشتی مقبرہ قادیان لے جایا جانا تھا۔ لیکن کئی ناساز حالات کی وجہ سے ایسا نہ ہو پایا۔ محترم امیر جماعت صاحب کشمیر اور محترم صدر صاحب کشمیر نے اس صورت حال کی اطلاع حضرت صاحبزادہ محترم مرزا وسیم احمد صاحب کو بذریعہ فون دی اور اُن سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے مقامی طور پر ہی تدفین کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اننت ناگ کشمیر انڈیا میں ہی پیارے بھائی کے اپنے ہی ایک زمین کے پلاٹ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے لئے موصی کی تختی کا انتظام کیا گیا۔

آپ کی شادی 1975ء میں سیّد احد اللہ شاہ صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر سیّدہ مبارکہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ سیّد احد اللہ شاہ صاحب مرحوم ضلع شوپیان کشمیر کے ایک معزز اور مخلص احمدی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

ہمارا لاڈلا اور پیارا بھائی ہم پانچ بہنوں، سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہ، خاکسار سیّدہ ثریا صادق، سیّدہ مستجبہ ماگرے صاحبہ، سیّدہ نرگس یوسف صاحبہ مرحومہ اور سیّدہ ناظرہ انجم صاحبہ کے اکلوتے بھائی تھے۔

سیّد عبد الماجد رضوی صاحب مرحوم ہندوستان کی ریاست کشمیر ضلع اننت ناگ میں 1949ء کو پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام سیّد یوسف شاہ کشمیری (مرحوم) تھا اور والدہ صاحبہ کا نام سیّدہ آمنہ بیگم (مرحومہ) تھا۔ آپ حضرت سیّد سیف اللہ شاہؓ صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے اور حضرت سیّد محمود عالمؓ صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ (جو بہار سے پیدل چل کر قادیان پہنچے تھے) کے نواسے تھے آپ کے دادا سیّد سیف اللہ شاہؓ صاحب اپنے وقت کے تعلیم یافتہ عالم فاضل سمجھے جاتے تھے اور پھر یہی تعلیم آپ کے بیٹے سیّد یوسف شاہ صاحب نے بھی اپنے ورثہ میں پائی۔

ماجد جی بچپن سے ہی صوم صلوٰۃ کے پابند اور دعا گو تھے۔ بے شمار قرآنی دعائیں، مسنون دُعائیں، حضرت مسیح موعودؑ کی بہت سی دعائیں اور قصیدہ ازبر تھے۔ موقع محل کے مطابق قرآنی آیات اور دعاؤں کا استعمال کرتے۔ دُعاؤں کے ذریعے ہی باقاعدہ اپنے ربّ سے تعلق قائم تھا۔ اسلام احمدیت کی ترقی، خلیفۂ وقت، خاندان مسیح موعودؑ کے علاوہ واقفین سلسلہ احمدیہ، مربیان، اسیرانِ راہ مولیٰ، اپنی نسل اور اپنے خاندان کے لئے دُعائیں کرنا ان کا معمول تھا۔ قرآنِ کریم سے عشق تھا۔ بہت سی سورتیں حفظ تھیں۔ بہت مسحور کُن تلاوت کرتے، سورۃ التین کی آخری آیت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ از بر زبان ہوتی۔

ماجد بھائی ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔ بچپن سے ہی نہایت محنتی، غریب پرور، مخلص، مہمان نواز، سمجھدار، دور اندیش اور اپنے خدا پر توکل رکھنے والے وجود تھے۔ انسانیت سے بہت پیار تھا۔ غریب اور امیر میں فرق نہ کرتے۔ گھر میں سب سے حسنِ سلوک، غرباء سے ہمدردی اور، خدمت خلق کا حد درجہ خیال رہتا۔ کسی فقیر کی آواز کانوں میں پڑتے ہی بے چین ہو جاتے۔ جلدی سے کسی کو دوڑاتے کہ خالی ہاتھ نہ جانے پائے۔ گھر میں ہمیشہ مہمانوں کا تانتا لگا رہتا۔ لوگ علاج معالجے کی مدد کے لئے آتے، عید کی شاپنگ، بچوں اور بچیوں کے رشتے، نوکری کی تلاش کے لئے مشورہ کے لئے آتے۔ ہر کسی کے خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔ کوشش ہوتی کہ سب کو اچھا اور نیک مشورہ دیں۔ پھر اُن کے لئے دُعائیں بھی کرتے۔ خوش دلی سے مہمانوں کی تواضع کرتے۔ کوشش ہوتی کہ اُن کے لئے بہترین کھانا تیار کروائیں۔ تحفے بھی شوق سے دیتے۔ کسی ضرورتمند کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ سب رشتہ داروں کے ساتھ بہت پیار کا سلوک روا رکھا۔ سب کے حقوق کا بہت خیال رکھتے۔ تمام رشتہ داروں سے صدق دل سے محبت کرتے اور ہر ایک کی مدد کے لئے ہمہ تن تیار رہتے۔ کسی قسم کے اختلافات کو بیچ میں نہ آنے دیتے۔ اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے۔ لباس بھی سادہ ہوتا۔ نماز کو سنوار کر ادا کرتے۔

جماعت کی خدمت کا بہت شوق تھا۔ اکثر کہتے کہ اصل زندگی کا مقصد جماعت کی خدمت ہے۔ شدید مخالفت کے باوجود دعوت الیٰ اللہ کے فرض کو بھی خوب ادا کرتے۔ کسی موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ جماعت کی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، چندہ ادا کرنے میں بہت باقاعدہ تھے۔ خدا کے فضل سے موصی تھے۔ حصّہ آمد اور حصّہ جائیداد ادا کرنے کی بہت فکر رہتی۔ تنخواہ ملتے ہی شرح کے مطابق چندہ ادا کر دیتے تا کہ بقایا نہ رہے۔ جائیداد کا چندہ بھی اپنی زندگی میں ادا کرتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی وصیت کے ترکہ کا بہت کم ادا کرنا پڑا۔

سلسلہ احمدیہ سے گہری محبت رکھتے تھے۔ اُن کا خلافت اور جماعت سے محبت، اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔ چونکہ آپ نے خود غربت کے دن دیکھے تھے۔ اس لئے غریب رشتہ داروں ہمسائیوں، دوستوں اور ملنے جلنے والوں کا بھی بہت خیال رکھتے۔ بہت رحمدل، ہنس مکھ اور ہر دلعزیز وجود تھے۔ کم عمری سے ہی چھوٹے بڑے اور بزرگ سب لوگ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ واقعی اپنے نام کی طرح ’’ماجد‘‘ تھے۔ جانوروں اور پرندوں سے بھی پیار تھا۔ آپ دل کے بہت صاف تھے۔ کسی کے خلاف کینہ یا غصہ دل میں نہ رکھتے۔ اور اگر رنجش ہوتی تو بلا تکلف اظہار کر کے گلہ شکوہ دور کرنے کی کوشش کرتے۔ بعض اوقات کسی دوسرے سے خواہ وہ آپ سے عمر میں چھوٹا ہی ہو معافی تک مانگنے میں عار محسوس نہ کرتے۔ تعلق بنانے والے اور ان کو قائم رکھنے والے تھے۔ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ مہمانوں کا بہت احترام کرتے۔ اُن کی خدمت میں کسی بھی قسم کی کمی برداشت نہ کرتے۔

ضلع اننت ناگ کشمیر میں آپ کا مکان ہی جماعت کا مرکز تھا اور نمازیں بھی یہیں ادا ہوتیں۔ MTA کی ڈش کا انتظام بھی اپنے گھر پر ہی کیا ہوا تھا۔ احمدیت کی مخالفت کے زیر نظر کئی دوستوں اور رشتہ داروں نے اننت ناگ سے ہجرت کا مشورہ دیا لیکن آپ یہی جواب دیا کرتے کہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اس قصبہ میں احمدیت کا بیج بونے کی توفیق ہمارے خاندان کو عطا کی ہے اس میں ہمیشہ ضرور میٹھے پھل لگیں گے میں اس بیج کو یہاں سے اُکھیڑنا نہیں چاہتا۔ پھر اکثر شہزادہ عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کی قربانی کا ذکر فرماتے اور رشک کیا کرتے۔

1979ء میں ذوالفقار بھٹو کے پھانسی کے واقعہ کے بعد وادی کشمیر کے حالات بہت خراب ہو گئے۔ جماعت احمدیہ کے لوگ مسلسل تشدّد کا نشانہ بنائے گئے، اموال لوٹے گئے۔ یہاں تک کہ کئی معصوموں کو شہید کر دیا گیا۔ ایسے ہی ایک جلوس ماجد بھائی کے گھر کے سامنے آ پہنچا جب کہ وہ اپنے گھر میں موجود تھے۔ اس سے پہلے کہ یہ شدت پسند جلوس آپ کے گھر پر حملہ کرے اور اپنے ناپاک منصوبوں میں کامیاب ہو دو غیر احمدی حضرات گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر ڈٹ گئے گویا کہ خدا تعالیٰ کی جناب سے براہِ راست آئے ہوں۔ پہلے تو انہوں نے جلوس کے لوگوں کو کچھ نرمی سے سمجھایا بعد ازاں کچھ تلخ کلمات کا استعمال بھی کیا۔ اِن دو حضرات میں سے ایک کمزور اور بیمار سا شخص تھا۔ اس پر زور آزما کر یہ جلوس آگے بڑھ گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے دشمنوں کے اندرون میں سے بچاؤ کا سامان پیدا کر دیا۔ الحمد للہ۔ ماجد بھائی اس تمام نظارہ کے عینی شاہد تھے اور ان دونوں اشخاص کی بہادری اور خدا خوفی کا ذکر محبت اور عزت سے کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت پُرسوز آواز عطا کی تھی۔ جب اپنی مسحور کُن آواز میں کوئی نظم سناتے تو حاضرین بہت لطف اندوز ہوتے۔ دُرِّثمین، کلام محمود اور دُرِّعدن کی بے شمار نظمیں ازبر تھیں۔ اس کے علاوہ غالب اور میر تقی میر کی غزلیں بھی مسحور کُن آواز میں سناتے۔ شاعری سے خود بھی شغل رکھتے تھے۔

ابھی آپ کی عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ آپ نے اباجی سے فرمائش کر کے عید الاضحیٰ کے موقع پر اپنی مرضی کے کپڑے سلوائے، جس میں ایک گرم فیرن (کشمیری چوغہ) بھی شامل تھا۔ سردیوں کا موسم تھا ہمسایوں نے عید الاضحیٰ کی قربانی کا گوشت مختلف گھروں میں تقسیم کرنے کے لئے اباجان کی اجازت سے ماجد بھائی کی ڈیوٹی بھی لگائی۔ شام کے وقت جب آپ اپنے ذمہ کی ڈیوٹی ختم کر کے گھر آئے تو فیرن (کشمیری چوغہ) غائب تھا۔ اباجان اور اماں کے دریافت کرنے پر بتایا کہ ایک غریب لڑکا چوک سے ہٹ کر سردی سے کانپ رہا تھا اور رو رہا تھا، میں نے یہ سوچ کر کہ میرے پاس تو گھر میں ایک اور فیرن ہے، مَیں نے اپنا فیرن اس غریب لڑکے کو دے دیا۔

کالج کی تعلیم کے بعد آپ نے بینکنگ کا امتحان پاس کیا تو آپ کو جموں اینڈ کشمیر بینک میں ملازمت مل گئی۔ اور رفتہ رفتہ آپ ترقی کر کے بحثیت بینک مینیجر کے عہدہ تک پہنچ گئے۔ شہادت کے وقت آپ سکیل 3 آفیسر کے عہدہ پر فائز تھے۔ اور بحیثیت برانچ مینیجر اپنے فرائض ادا کر رہے تھے۔

ایک بار کشمیر میں ہی جب کہ ماجد بھائی برانچ میں خود بھی موجود تھے چند مسلح افراد نے بینک کو لوٹنے کی کوشش کی لیکن ماجد بھائی اور اُن کے دوسرے عملہ کے سمجھانے پر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ بینک کے انتظامیہ نے اِن خطرات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اکثر عملے کو ریاست سے باہر منتقل کر دیا، آپ کو چند سال کلکتہ میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اور چند سال بعد آپ کو واپس کشمیر بلا لیا گیا۔

اسی دوران ہمارے پیارے اباجان کی وفات 1974ء میں ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اب آپ کے کندھوں پر ایک بیوہ بہن اور دو غیر شادی شدہ بہنوں کی ذمہ داری بھی آن پڑی جسے آپ نے بخوبی نبھایا۔

جب میں لندن سے کشمیر جاتی تو بہت سیر کرواتے اور شاپنگ کے لئے خود لے جاتے کہ کہیں کوئی دکاندار دھوکے سے مجھ سے زیادہ رقم نہ وصول کر لے۔ جب آپ کا تبادلہ جموں اینڈ کشمیر بینک دہلی میں ہوا تو وہاں بھی آپ نے مجھے خوب سیر کروائی۔ ایک دفعہ مجھے وہاں کی ایک مشہور مارکیٹ دکھانے کے لئے لے گئے جہاں صرف ریڑھیاں ہی ریڑھیاں تھیں۔ آپ ایک جوتے والے کی ریڑھی پر ٹھہرے اور ایک مردانہ جوتے کی قیمت دریافت کی ریڑھی والے نے ایک سو گیارہ روپے بتائی۔ ماجد بھائی نے کہا

’’ارے یہ جوتا تو میں گیارہ روپے میں خرید سکتا ہوں‘‘ میں شرم سے پانی پانی ہوگئی اور ماجد بھائی سے بالکل الگ ہو کر کھڑی ہوگئی تا کہ یہ ظاہر ہو کہ ہم دونوں الگ الگ گاہک ہیں۔ کیونکہ مجھے ماجد بھائی کی اس حرکت پر کہ ایک سو گیارہ روپے کا جوتا صرف گیارہ روپے میں خریدنا چاہتا ہے، کی وجہ سے سُبکی محسوس ہو رہی تھی۔ بہر حال ریڑھی والا کہنے لگا چلیں صاحب مذاق چھوڑیں آپ یہ جوتا ایک سو روپے میں لے جائیں۔ ماجد بھائی واپس جانے کے لئے ایک قدم بڑھاتے تو ریڑھی والا انہیں بلا کر پانچ یا دس روپے اور کم کر دیتا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا جاتا کہ ’’صاحب آپ خریدنے کی بات نہیں کر رہے‘‘ اور ماجد بھائی کہتے ’’تم بھی تو بیچنے کی بات نہیں کر رہے‘‘ یہاں تک کہ جوتے کی قیمت گھٹتے گھٹتے 45 روپے رہ گئی۔ اس کے بعد ریڑھی والے نے پہاڑہ شروع کر دیا کہ ’’صاحب چلیں آپ یہ جوتا اب لے جائیں۔ چلیں 40 روپے دیدیں، 30 دیدیں۔ 25دیدیں، 20دیدیں، 18دیدیں، 16دیدیں، 15دیدیں، 14 دیدیں، 13دیدیں، 12 دیدیں، اور پھر جوتے کو اخبار کے کاغذ میں لپیٹتے اور اس پر رسی باندھتے ہوئے کہنے لگا کہ ’’صاحب آپ بھی کیا یاد کریں گے۔ لو صاحب جی آپ گیارہ روپے ہی دے دیں‘‘ ماجد بھائی نے جھٹ سے گیارہ روپے ادا کئے اور جوتا لے کر چل پڑے۔ ابھی وہ چند قدم ہی بڑھے تھے کہ ریڑھی والے نے آہستہ آواز میں کہا ’’بڑا آیا گیارہ روپے میں جوتا خرید کر خوش ہونے والا، دیکھ لینا یہ جوتا اگر گیارہ قدم بھی چل پائے تو‘‘۔ یہ جملہ ماجد بھائی نے تو نہ سنا لیکن میں نے سُن لیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جوتا جونہی گھر آ کر پہنا تو اُس کے تمام ترٹانکے اور تلوہ الگ ہو گیا اس طرح وہ جوتا گیارہ قدم تو کیا ایک قدم بھی نہ چل پایا۔ ماجد بھائی نے بہت استغفار کیا اور کہا کہ آج شاید میں دُعا کر کے گھر سے نہ نکلا تھا۔ دیکھو میرے گیارہ روپے ضائع ہو گئے۔

مَیں نے کشمیر سے لندن واپسی پر اس واقعہ کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے کیا تو حضورؒ بہت محظوظ ہوئے، بہت ہنسے، جب ماجد بھائی 1986ء میں لندن آئے اور حضورؒ سے ملاقات کے لئے گئے تو حضورؒ نے خود ہی ذکر چھیڑا اور فرمایا کہ آپ اپنی زبان سے ایکبار یہ دلچسپ واقعہ ضرور سنائیں۔ ماجد بھائی کی تو بولتی بند ہوگئی، شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے، پھر حضورؒ نے خود ہی یہ واقعہ سنایا۔ میں حیران تھی کہ حضورؒ کو یہ واقعہ کیسے لفظ بہ لفظ یاد رہا۔ حضورؒ نے ماجد بھائی سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیسے بھانپ لیا کہ جوتا خراب ہے۔ ماجد بھائی نے جواب دیا کہ حضور کہاں کا بھانپنا تبھی تو گیارہ روپے ضائع کر بیٹھا۔

1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جلسہ سالانہ قادیان کے لئے دہلی تشریف لائے تو دہلی مشن ہاؤس میں حاضر احباب کو شرف ملاقات بخشا۔ ملاقات کے دوران حضورؒ نے پیارے بھائی سے پوچھا کہ کیا وہ جوتا گیارہ قدم بھی چلا تھا۔ تو ماجد بھائی نے جواب دیا کہ نہیں حضور وہ تو گیارہ قدم کیا ایک قدم بھی نہیں چلا۔ جوتا پہنتے ہی اُس کے تمام ترٹانکے ٹوٹ گئے اور تلوا الگ ہو گیا۔ حضور پھر ہنسے اور فرمایا کہ اس طرح آپ کے گیارہ روپے بھی ضائع ہو گئے۔

میرے پیارے بھائی کی شہادت پر کئی بہنیں یہاں میرے گھر لندن تعزیت کے لئے تشریف لائیں۔ ان میں سے اکثر نے مجھے بتایا کہ وہ ماجد بھائی کشمیری کو قادیان سے جانتی ہیں اور وہ اس طرح کہ جب بھی انہیں اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی توفیق فرمائی تو خادم میزبانوں میں سے ماجد بھائی انگلستان کے مہمان خانہ میں تشریف لاتے اور تعارف یہ کہہ کر کرواتے کہ ’’خاکسار کا نام ماجد ہے، میں کشمیر کا رہنے والا ہوں، آپ سب کی خدمت کے لئے حاضر ہوں، میری بڑی بہن ثریا صادق صاحبہ لندن میں رہتی ہیں، آپ سب بھی احمدیت کے ناطے میری بہنیں ہیں۔ مجھے اپنا بھائی اور خادم سمجھ کر خدمت کا موقعہ دیں‘‘ اس طرح کسی کو کھانے کی ضرورت ہوتی، کسی کو دوائی کی، کسی کو ٹرانسپورٹ کی اور کسی کو شاپنگ یا کسی بھی اور چیز کی جو آپ اُن کے لئے مہیا کروا دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں سے نوازا۔ آپ کے بڑے بیٹے عزیزم ڈاکٹر سیّد بلال احمد رضوی صاحب آج کل دہلی کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹر ہیں۔ لڑکپن سے ہی جماعت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ اِن دنوں دہلی میں منتظم ذہانت اور صحت جسمانی کے عہدہ پر فائز ہیں۔ دعوۃ الی اللہ اور خدمت خلق کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانہ میں جب آپ 1996 ء میں اپنی پڑھائی کے دوران جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کے لئے کزاکستان سے لندن تشریف لائے تو حضورؒ اکثر آپ کو روس اور کزاکستان کے مہمانوں کی انگریزی زبان میں ترجمانی کے لئے خود بلا لیتے۔

آپ کے دوسرے بیٹے عزیزم سیّد محمود احمد رضوی صاحب آج کل ضلع اننت ناگ کشمیر کے جموں اینڈ کشمیر بینک میں مینیجر ہیں۔ آپ بھی بچپن سے ہی جماعت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ کولگام ضلع اننت ناگ (کشمیر) میں قائد کے عہدہ پر فائز رہنے کے بعد جب آپ انصار اللہ کی تنظیم میں شامل ہوئے تو آپ کو ضلع اننت ناگ (کشمر) میں نائب امیر کے فرائض سونپے گئے۔ جو آپ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اُسی کی دی ہوئی توفیق سے بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

میرے پیارے بھائی کی شہادت اُن کی اہلیہ اور ہم سب بہنوں کے لئے ایک بہت ہی عظیم صدمہ ہے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے مرحوم بھائی سیّد عبدالماجد رضوی کو غریق رحمت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے سب پس ماندگان کا خود ہی حافظ و ناصر ہو اور آپ کی اولاد اور نسل کو اُن کی نیکیوں کا وارث بنائے اور خلافت سے اخلاص و محبت کا تعلق ان کی نسل در نسل جاری وساری رکھے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے اُن کے مناسب حال ان کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے۔ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ (فاطر:25) کہ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا‘‘

فرمایا کہ ’’سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ ربّ العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام زمانوں کا ربّ ہے اور تمام مکانوں کا ربّ ہے‘‘۔ ہر جگہ کا، ہر ملک کا ربّ ہے۔ ’’اور تمام ملکوں کا وہی ربّ ہے اور تمام فیضوں کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا۔‘‘ (پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 441-442)

پس اس زمانے میں ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے نتیجہ میں ہمیں یہ فیض ملا۔ اس سے ہم پر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگ میں اپنی اس صفت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبے میں بھی ذکر کیا تھا کہ بیسیوں جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت ربّ کا ذکر فرمایا ہے اور مومنوں کو مختلف طریقوں سے یہ احساس دلایا ہے اور واضح فرمایا ہے کہ تمہاری بقا اور تمہاری سلامتی چاہے وہ جسمانی ہو یا روحانی ہو، اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ سب میری ذات سے وابستہ ہے، مَیں جو تمہارا ربّ ہوں اس لئے ہمیشہ میری طرف جھکو اور مجھ سے مانگتے رہو۔

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 2006)

منصور احمد خان۔ کینیڈا

روٹی

قسط 1

جب پیٹ میں بھوک کی آگ بھڑکتی ہے تو ہر چیز پیچھے رہ جاتی ہے۔ World Food Programme کے مطابق دنیا میں ہر نو میں سے ایک آدمی بھوک کا شکار ہے۔ اور یہ مسئلہ حل ہونے کی بجائے ہر روز بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ مذہب وملت سے بالا تر مسئلہ ہے۔ یہ ایک انسانی وعالمی مسئلہ ہے۔ مذہب اسلام میں یہ وہ واحد نیکی ہے جس پر صرف بات کرنا، ترغیب دلانا یا کوئی بھی ایسا عمل یا فعل بجالانا جس سے دوسرے کی اس جانب توجہ پیدا ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے حد خوشنودی ہے۔

قرآن شریف میں آتا ہے کہ:

’’اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔ ہم تمہیں محض اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم ہرگز نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف سے (آنے والے) ایک تیوری چڑھائے ہوئے، نہایت سخت دن کا خوف رکھتے ہیں۔ پس اللہ نے انہیں اس دن کے شر سے بچالیا اور تازگی اور لطف عطا کئے۔

(الدھر:9)

کھانا کس لیے؟ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی رضا کے لیے، اس کی خوشنودی کے لیے غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں وہ ذرہ برابر بھی شکریہ کے طلب گار نہیں ہیں۔ یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ مسلم مسکین، مسلم یتیم یا پھر مسلم اسیر کو کھانا دیتے ہیں بلکہ مضمون یہ ہے کہ کسی بھی مذہب وملت سے اس کا تعلق ہو۔ اصل میں ہم تو صرف واحد ولاشریک خالق ومالک اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے خوف میں اور اس کو خوش کرنے کے لیے کھانا دے رہے ہیں۔

پھر قرآن شریف میں آتا ہے کہ:

’’یا ایک عام فاقے والے دن میں کھانا کھلانا‘‘

(البلد:51)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں کہ:

’’اگر اس کے اندر یتامیٰ ومساکین کی حقیقی محبت ہوتی۔ اور وہ ان کی تکالیف کو دور کرنے کے صحیح احساس اپنے اندر رکھتا۔ تو اس کا فرض تھا۔ کہ وہ بھوک والے دن ان کو کھانا کھلاتا۔ یعنی قحط میں ان کی خبرگیری کرتا یا فقر وفاقہ میں ان کے لیے غلہ وغیرہ مہیا کرتا۔

(تفسیر کبیر سورۃ البلد:51)

غریب ممالک میں غربت کی وجہ سے، پھر مشرق وسطیٰ میں خانہ جنگی کی وجہ سے ایسے حالات ہیں کہ ہر روز ضرورت مندوں کو خوراک کی طلب ہے۔

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اسلام کا کونسا عمل بہترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (یہ کہ) تو (بھوکوں کو) کھانا کھلائے اور سلامتی کی دعا کرے۔ اس کے لئے جس کو تو جانتا ہے اور اس کے لئے بھی جسے تو نہیں جانتا۔

(بخاری جلد اول حدیث نمبر 12 صفحہ 49)

اب اسی طرح کی حدیث مسلم جلد اول حدیث نمبر 48 صفحہ نمبر 43 میں بھی ملتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے پہلے طعام کا ذکر فرمایا پھر سلامتی کا۔ ایک معنی تو اس حدیث مبارکہ کا یہ ہے کہ بلا تفریق رنگ ونسل اور مذہب وملت مسکین وغریب کے لیے کھانے کا انتظام کیا جائے اور سب کو سلام کیا جائے۔ دوسرے معنی اس حدیث کے یہ بھی ہیں کہ مسکین وغریب کے لیے کھانے کا انتظام کر کے اسلام کا احسن ترین اقدام فرما رہے ہیں۔

ایک اور معنی اس کے یہ بھی ہیں کہ مسکین کو جب تک اس کی بنیادی ضرورت خوراک مہیا نہیں ہوگی مسکین کی سلامتی خطرے میں ہے۔ بس غریب مسکین کے لئے خوراک مہیا کر کے اس کی سلامتی کے لئے بھی دعا کی جائے اور اپنی سلامتی کے لیے بھی۔ بڑا ہی گہرا مضمون ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

’’بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے پیٹ کو سیر کر دے۔‘‘

(مشکوٰۃ کتاب زکوٰۃ)

پھر حدیث میں آتا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلایا کرو، پیاسے کو پانی پلایا کرو۔

(کتاب زکوٰۃ کی ادائیگی 3470 مسند احمد)

یہ افضل ترین صدقہ ہے

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:

اگر تو دل کو نرم کرنا چاہتا ہے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر دست شفقت رکھ۔

(مسند احمد)

اسی طرح کی حدیث کتاب آداب 5001 مشکوٰۃ میں بھی ہے۔

اس حدیث میں دل کی سختی دور کرنے کا علاج موجود ہے۔

پھر حدیث میں آتا ہے کہ:

رحمٰن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔

(کتاب زکوٰۃ 1908 مشکوٰۃ)

مذہب اسلام میں بار بار عبادات کے ساتھ خرچ کرنے کا حکم ہے۔

اور یہ دونوں چیزیں اگر ساتھ ہوں تو ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

بیوہ اور مسکین کی (خدمت کے لئے) جدوجہد کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس عبادت کرنے والے کی طرح جو تھکتا نہیں اور اس روزہ رکھنے والے کی طرح جو روزہ چھوڑتا نہیں۔

(مسلم جلد 15 حدیث نمبر 5281 صفحہ نمبر 179-180)

اس حدیث مبارکہ میں مسکین کی خدمت کی کتنی عظیم فضیلت بیان ہوئی ہے۔

اسلام مطلب امن وسلامتی۔ لیکن یہ معنی صرف انسانوں کے لیے نہیں بلکہ اسلام تو تمام جانداروں سے بھی رحم کا سلوک دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے سزا دی گئی جس نے اس کو دیر تک قید کر رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گئی اور اس وجہ سے وہ (عورت) دوزخ میں داخل ہوئی۔ نہ تو اس نے بلی کو کچھ کھلایا اور نہ ہی پانی پلایا۔ اس نے اس کو روک رکھا۔ نہ خود کھانا دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔

(بخاری جلد نمبر 6 حدیث نمبر 3482 صفحہ نمبر 495)

اسی طرح کا مضمون مسلم کی دو احادیث میں بھی ہے۔ مسلم جلد 13 حدیث نمبر 4735 اور 4736 صفحہ نمبر 284 میں بھی ہے۔

اب غور کریں کہ ایک جاندار کو بھی بھوک کی تکلیف سے مارنے کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اگر جانداروں کو رکھنے کا شوق ہے تو ان کا پورا خیال رکھا جائے۔

پھر حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک بار ایک کتا ایک کنوئیں پر گھوم رہا تھا۔ قریب تھا کہ پیاس اس کو مار ڈالے۔ اتنے میں بنی اسرائیل کی بدکردار عورتوں میں سے ایک عورت نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کتے کو پانی پلایا۔ اس سبب سے اس کو بخش دیا گیا۔

(بخاری جلد 6 حدیث نمبر 3467 صفحہ نمبر 484-485)

وہی مضمون کہ اگر جانداروں کو پالنے کا شوق ہو تو ان کی بھی خوراک کا پورا خیال رکھا جائے۔

ہمارے پیارے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

’’یعنی خدا کی رضا کے لئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہم دیتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جو نہایت ہی ہولناک ہے۔‘‘

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’کامل راستباز جب غریبوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی اور غرض سے دیتے ہیں اور وہ انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ خدمت خاص خدا کے لئے ہے اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر کرو۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الدھر:9)

اعلیٰ ترین مقصد کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوجائے۔ اس خوفناک ترین دن سے ڈرتے ہیں جب موت آجائے گی اور اس وقت کوئی چیز نہ کام آئے گی مگر وہ روٹی جو زندگی میں مسکین کو دی تھی بعین ممکن ہے کہ وہ کام آجائے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’جب روٹی کھاؤ تو سائل کو بھی دو اور کتے کو بھی ڈال دیا کرو اور دوسرے پرندہ وغیرہ کو بھی اگر موقع ہو۔‘‘

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’ان کے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا بھی حق ہے۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الذاریات 20)

وہی بات جو پہلے بھی آئی ہے کہ اگر پرندوں اور جانوروں کو پالنے کا شوق ہو تو ان کا پورا خیال رکھا جائے۔

اب یہ جو مضمون ہے کہ غریب کو کھانا کھلایا جائے چند ایک انتہائی تکبرانہ انداز میں جواب دیتے ہے کہ ہم کیوں کھلائیں۔ مندرجہ ذیل آیت میں تین باتیں غور طلب ہیں۔ اول نمازی نہ ہونا۔ دوم غریب کو کھانا کھلانا یا کھانے کا انتظام نہ کرنا اور سوم یہ بات ہے کہ فضول لغو بحثوں میں زندگی کے قیمتی ایام ضائع کرنا۔ اور یہ خاکسار کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ گھنٹوں کیا دنوں اور ہفتوں فضول کی بحث دوستوں کے درمیان جاری رہتی ہے۔ قرآن میں آتا ہے کہ:

جو جنتوں میں ہوں گے۔ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے۔ مجرموں کے بارہ میں۔ تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کیا۔؟ وہ کہیں گے ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔ اور ہم لغو باتوں میں مشغول رہنے والوں کے ساتھ مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ اور ہم جزا سزا دن کا انکار کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ موت نے ہمیں آلیا۔

(المدثر: 45)

بعض تو بے باکی میں اتنے بڑھ جاتے ہے کہ جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ غریب کو کھانا کھلاؤ تو کفرانہ انداز میں کہتے ہیں کہ ہم کھلائیں؟ نعوذ باللہ۔۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیوں نہیں انہیں کھلا دیتا۔ قرآن میں اس ہی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آتا ہے کہ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہتے ہیں کیا ہم انہیں کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا تا؟ تم تو محض ایک کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

(یٰس: 48)

آج کے شدید خراب معاشی حالات میں مشکل ہو جاتا ہے کہ کس طرح مسکین کے لیے خوراک کا انتظام کیا جائے۔ حدیث مبارکہ میں ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔''

(مسلم جلد 11 حدیث نمبر 3821 صفحہ نمبر 134)

پھر اس ہی مسلم کی جلد میں حدیث آتی ہے کہ: ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

(حدیث نمبر 3824 صفحہ نمبر 135)

ان احادیث میں اصول دے دیا گیا ہے گھر کے معمول کے بجٹ میں مسکین کے لیے روٹی کا انتظام ہو سکتا ہے۔ بعض دفعہ بہت زیادہ کھانا گھروں میں بنتا ہے اور آخر میں اس کو ضائع کرنا پڑتا ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی خیال رکھا جائے کہ کھانا ضائع نہ ہو۔ پھر ہر روز کافی یا چائے باہر سے پینے کی بجائے اس رقم کو فوڈ بینک میں دی جاسکتی ہے۔ بہر حال بے شمار طریقے ہیں۔

لوگو سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
جس میں ہمیشہ عادت قدرت نما نہیں

(درثمین 118)

ایک دفعہ ایک دوست کے ساتھ ہستی باری تعالیٰ پر بات ہو رہی تھی۔ اس کو ایک حوالہ پیش کیا اس نے کتاب لی اور میرے سامنے کتاب کا ایڈیشن سامنے رکھ دیا۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ آج ہستی باری تعالیٰ کو کس طرح تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذہن میں بے شمار شک وشبات تھے۔ سوال میرے دوست کا جائز تھا۔

اس کا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور
تا ہووے شک وشبہ سبھی اس کے دل سے دور

(درثمین 121)

آج کے مادی اور افراتفری کے دور میں یہ سوال ہوتا ہے۔ اور خاص طور سے دہریہ نظریات سے متاثر لوگ وجود باری تعالیٰ کے متعلق اکثر و بیشتر یہ سوال ضرور کرتے ہیں۔

اس کے بے شمار جوابات ہیں لیکن چونکہ موضوع مضمون مسکین کے لیے روٹی ہے تو اس سوال کا جواب اس ہی تناظر میں دیکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا کھلایا وہ کہے گا اے میرے رب میں تجھے کس طرح کھلا سکتا ہوں جبکہ تو سب جہانوں کا رب ہے۔ وہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تو جانتا نہیں کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔

(مسلم جلد 13 حدیث 4647 صفحہ نمبر 232)

اب دیکھیں اس حدیث میں خدا واحد لاشریک کو پانے کا ایک ذریعہ کسی مسکین کو کھانا مہیا کرنا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کمزوروں میں مجھے تلاش کرو۔ یعنی میں ان کے ساتھ ہوں اور ان کی مدد کرکے تم میری رضا حاصل کرسکتے ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ کمزوروں میں اور غریبوں کی وجہ سے ہی تم خدا کی مدد پاتے ہو اور اس کے حضور سے رزق کے مستحق بنتے ہو۔

(ترمذی۔ حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر 565)

وہی مضمون کہ اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنے کا ایک طریقہ مسکین کی خدمت میں ہے۔

اسی طرح ہمارے پیارے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہ ہی نسخہ دیا ہے کہ:

اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لیے پیغمبروں نے مسکینی کا جامع ہی پہن لیا تھا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ نمبر 204 ایڈیشن 2016ء)

اور جہاں تک سوالی کا تعلق ہے تو اسے مت جھڑک: (الضحیٰ: 11)

اکثر یہ بحث بھی ہوتی ہے کہ اس فقیر کی مدد نہیں کرنی چاہیے تھی یا نہیں۔ یہ روٹی کھانے کے نام پر مانگ رہا ہے مگر اصل میں ایسا نہیں ہے بعض تو اس فقیر کے پیچھے پورا نیٹ ورک ثابت کر دیتے ہیں۔ سوال ایک روٹی کے لیے چند پیسوں کا ہوتا ہے اور جواب میں لمبی فلسفی گفتگو۔ پہلی تو یہ بات ہے کہ تھوڑا سا دے دینا چاہیے اور اگر کسی وجہ سے نہ دے سکے تو اردو زبان میں اس کا جواب بڑا ہی پیارا اور نرمی کے ساتھ یہ ہے کہ ہمیں معاف کر دینا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ہمارے پیارے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی و مسیح موعودؑ نے ایسی تمام بحثوں کو اپنے پاؤں تلے کچل کر رکھ دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ سائل کو دیکھ کر چڑ جاتے ہیں۔ اور اگر کچھ مولویت کی رگ ہو تو اس کو بجائے کچھ دینے کے سوال کے مسائل سمجھانے شروع کر دیتے ہیں اور اس پر اپنی مولویت کا رعب بٹھا کر بعض اوقات سخت سست بھی کہہ بیٹھتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں کو عقل نہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے، جو ایک نیک دل اور سلیم فطرت انسان کو ملتا ہے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ سائل اگر باوجود صحت کے سوال کرتا ہے تو وہ خود گناہ کرتا ہے۔ اس کو کچھ دینے میں تو گناہ لازم نہیں آتا، بلکہ حدیث شریف میں لَوْ اَتَاکَ رَاکِبًا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی سائل سوار ہو کر بھی آوے تو بھی کچھ دے دینا چاہیے اور قرآن شریف میں ''اور سائل کو مت جھڑک'' (الضحیٰ: 11) کا ارشاد آیا ہے۔ اس میں کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے سائل کو مت جھڑک اور فلاں قسم کے سائل کو جھڑک۔ پس یاد رکھو کہ سائل کو مت جھڑکو۔ کیونکہ اس سے ایک قسم کی بداخلاقی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اخلاق یہی چاہتا ہے کہ سائل پر جلدی ناراض نہ ہو۔ یہ شیطان کی ایک خواہش ہے کہ وہ اس طریق سے تم کو نیکی سے محروم رکھے اور بدی کا وارث بنادے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ نمبر 480-481 ایڈیشن 2016ء)

بے شمار واقعات ہیں جن کے ذریعے ترغیب دلائی گئی ہے کہ مسکین کے لیے روٹی کا سامان کیا جائے یا خوراک کا انتظام کیا جائے۔ ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

یہ واقعہ دو خلفاء احمدیت نے اپنے خطبات میں بارہا سنایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ 30 جولائی 1982ء میں سنایا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں یہ روح پرور اور انتہائی طاقتور واقعہ لکھا ہوا ہے۔ لمبا واقعہ ہے اس لیے خاکسار انتہائی اختصار کے ساتھ خلاصہ پیش کر رہا ہے۔

ایک بہت بڑے ولی اللہ حج پر گئے۔ رویا میں دیکھا فرشتے باتیں کر رہے تھے کہ اس دفعہ کسی آنے والے کا حج قبول نہیں ہوا۔ مگر ایک شخص جو حج پر ہی نہیں گیا اس کی وجہ سے تمام کا حج اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا۔ اس کا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا لگا۔ ولی اللہ حیران و پریشان ہو گئے کہ تم یہ کیا باتیں کر رہے ہو۔ وہ کون شخص ہے اور اس نے ایسا کیا کیا۔ فرشتوں نے اس شخص کا پتہ دے دیا۔ ولی اللہ اس شخص کے پاس گئے اور معلوم کیا کہ تم نے ایسا کیا عمل کیا ہے۔ وہ شخص جو حج پر نہیں گئے تھے بولے کہ مجھے بہت شوق تھا کہ میں حج کروں اور اس کے لیے میں پیسے جمع کر رہا تھا میں خود انتہائی غریب ہوں مگر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ میرا پڑوسی انتہائی کسمپری وغربت میں زندگی گذار رہا ہے اور حرام کھانے پر مجبور ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو میں نے سارے حج کے پیسے پڑوسی کو دے دیے تا کہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے روٹی و خوراک کا انتظام کر لے۔ اور حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھر آیا اور فرمایا کہ اے میرے بندے میں تیرا حج قبول کرتا ہوں۔

(مکمل واقعہ خطبات طاہر جلد اول صفحہ نمبر 86)

بھوک کی تکلیف دور کرنے پر اللہ تعالیٰ نے کتنی خوشنودی فرمائی۔

توں کی جانے یار فریدا
روٹی بندہ کھا جاندی اے

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے تھے کہ اسلام کے پانچ رکن بیان کئے جاتے ہیں، لیکن اے فرید! ایک چھٹا رکن بھی ہے اور وہ ہے۔۔۔۔ روٹی۔ اگر یہ چھٹا نہ ملے، تو باقی پانچوں بھی جاتے رہتے ہیں۔

بڑا ہی عارفانہ اور پرحکمت اقتباس ہے اور دل سے گواہی نکلتی ہے کہ آپ بہت بڑے صوفی بزرگ تھے۔ اب دیکھیں کہ یہی مضمون ہمارے پیارے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''اکثر مرتد ہونے کا سبب بھوک کی آگ کا بھڑک اٹھنا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 8 نورالحق حصہ اول صفحہ نمبر 148 ایڈیشن 1984ء)

پھر حدیث میں بھی یہ ہی مضمون ملتا ہے۔ ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا

یعنی قریب ہے کہ غربی کفر بن جائے۔

(مشکوٰۃ کتاب آداب 5051)

(باقی کل ان شاء اللہ)

ڈاکٹر مبارز احمد ربانی۔ لندن

کیا حضرت بدھاؑ کی لاش کو جلایا گیا تھا یا دفنایا گیا تھا؟

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختلف ادوار میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بعض انبیاء علیہم السلام کی زندگی و وفات کے بارے میں عوام الناس میں غلط تصورات نے جنم لے لیا ہے اور اصل حقائق لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ان انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں بعض قابل ذکر نام حضرت کرشنؑ، حضرت رام چندرؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت سقراطؑ، حضرت مہاویراؑ، حضرت بدھاؑ ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

اس مضمون کا مقصد حضرت بدھاؑ کی وفات کی آخری رسومات کے بارے پتہ لگانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ اس سے قبل کہ آپ کی آخری رسومات کے بارے میں بات کی جائے آپ کی حالات زندگی کے اس حصّہ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے جو آپ کی پیدائش سے لے کر روحانیت کے سفر کے آغاز تک مشتمل ہے۔

مختصر حالات زندگی

بدھ مت کی روایات کے مطابق آپ کی پیدائش تقریباً پانچ سو سال قبل مسیح بمقام لمبینی ہوئی (جو کہ اب نیپال کا ایک حصہ ہے)۔ آپ کا نام سدھارتا گوتم تھا۔ آپ کے والد ہندوستان میں واقع ایک قصبہ کپیلا وستو کے راجہ تھے۔ پیدائش کے سات دن بعد آپ کی والدہ وفات پا گئیں۔ کپیلا وستو میں انتیس سال تک زندگی بڑے آرام و آسائش سے گذاری۔ آپ کے والد نہیں چاہتے تھے کہ سدھارتا زندگی کے دکھ سکھ کے بارے میں جان کر اس کے بارے میں غور وفکر کرے۔ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا ایک راجکمار ہونے کی حیثیت سے دنیا سے بندھا رہے کیونکہ ان کے بارے میں پیشگوئی تھی کہ یا تو وہ ایک بدھا بنے گا یا ایک طاقتور راجہ۔ دنیا سے مزید جوڑنے کے لئے آپ کے والد نے سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی کر دی اور آپ کا ایک بیٹا ہوا۔

جب آپ کو محل سے باہر کی دنیا دیکھنے کا موقع ملا تو آپ نے ایک بار ایک بوڑھے شخص کو دیکھا۔ اس کے بال سفید تھے، اس کی کمر جھکی ہوئی تھی، وہ کانپ رہا تھا اور اس کے دانت بھی خراب ہو چکے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے آپ کو بتایا گیا کہ ہر انسان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے اور ہر چیز نے ایک دن ختم ہونا ہے۔ آپ اسے دیکھ کر بہت گھبرائے کہ ایک دن میرے ساتھ بھی ایسا ہو گا۔ اگلی دفعہ جب پھر آپ کو باہر جانے کا موقع ملا تو آپ نے ایک بیمار آدمی اور ایک وفات شدہ آدمی کو دیکھا۔ آخر میں ایک راہب کو دیکھا جس کا مزید آپکی طبیعت پر گہرا اثر پڑا۔ اسی رات آپ نے دنیا کو چھوڑ کر فقیری اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور روحانیت کا راستہ اپنے لئے چن لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر انتیس سال تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے ساتھ آپ کا ملازم بھی تھا۔ جہاں جانا چاہتے تھے وہاں پہنچ کر رکے۔ اپنی داڑھی اور بالوں کو کاٹا۔ اپنا قیمتی لباس، زیورات اور گھوڑا اپنے ملازم کے حوالے کیا اور خود فقیرانہ لباس پہن کر روانہ ہو گئے۔ مختلف فقیروں کی شاگردی اختیار کی، جنگلوں میں پھرتے اور سخت روزے رکھتے تھے لیکن کہیں سے آپ کو اطمینان اور سکون نصیب نہ ہوا۔ آخر ایک روز آپ درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ سب کچھ آپ پر عیاں و روشن ہو گیا اور حقیقت آپ پر کھل گئی (دی ہسٹوریکل بدھا: دی ٹائمز، لائف اینڈ ٹیچنگز آف دی فاؤنڈر آف بدھ ازم)۔

پروفیسر جوہانس برونک ہورسٹ کی ریسرچ

اس کے بعد ہم اس مضمون کے اصل سوال کی طرف آتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم کے ساتھ کیا ہوا کیونکہ بدھ مت کی تاریخ کے مطابق وفات کے بعد آپ کے جسم کو جلا دیا گیا تھا۔ اس بات کا جواب تلاش کرنے کے لئے کہ وفات کے بعد آیا کہ آپ کے جسم کو جلایا گیا تھا یا دفن کیا گیا تھا، بدھ مت کی تاریخ کے ماہر اور انڈولوجسٹ پروفیسر جوہانس برونک ہورسٹ صاحب کی ریسرچ کو پیش کیا جا رہا ہے جس کو انھوں نے اپنے دو مضامین میں شائع کیا۔ ان مضامین کا عنوان ہے:

1. ہینڈرک کیرن اینڈ دی باڈی آف دی بدھا
2. وٹ ہیپنڈ ٹو دی باڈی آف دی بدھا؟

ان مضامین نے خاکسار کے خیالات اور سوچ پر گہرا اثر چھوڑا۔ امید ہے کہ یہ مستقبل میں مزید تحقیقات کی راہیں کھولیں گے۔ ان شاءاللہ۔

مہاپریزوانا سترا کی روایت

بدھ مت کی روایت جو مہاپریزوانا سترا میں درج ہے کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بدھا نے قدیم ہندوستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں کوشی نگر میں اسی سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کے جسم کو بعد میں جلا دیا گیا اور ان کی جسمانی باقیات کو تقسیم کر کے کئی سٹوپا (گنبد) میں رکھا گیا۔ ان سٹوپا نے مذہبی عبادات اور زیارت گاہوں کی شکل اختیار کر لی۔ ان کی وفات کے واقعہ اور آخری رسومات کی تفصیل کچھ یوں درج ہے:

آپ کے ایک قریبی مرید انندا نے بدھا سے ان کی وفات کے وقت پوچھا کہ ان کی وفات کے بعد ان کے جسم کے ساتھ کیا کیا جائے۔ بدھا نے جواب دیا: جس طرح چکرورتی راجاؤں کے جسم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انندا نے پوچھا وہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انندا، ایک راجا کی میت کو ایک نئے لیلن کے کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے پھر اس کو فائن کاٹن اون کے کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے اور پھر اس کو ایک اور نئے کپڑے میں۔ ہر ایک تہہ کو پانچ سو مرتبہ لپیٹنے کے بعد راجا کے جسم کو تیل سے بھرے ہوئے لوہے کے ٹب میں بند کیا جاتا ہے اور اس کو لوہے کے ایک اور برتن سے ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ پھر ہر طرح کے خوشبودار تیل سے جلانے والی جگہ کو تیار کر کے راجا کے جسم کو جلا دیا جاتا ہے۔ لوگ اس کے لئے چوراہے پر ایک سٹوپا بناتے ہیں۔ انندا، اس طرح وہ ایک چکرورتی راجا کی میت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور انھیں ایک تاتھا گاتا (یعنی کہ ایک بدھا) کے میت کے ساتھ بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ایک تاتھا گاتا کے لئے بھی چوراہے پر ایک سٹوپا بنانی چاہئے۔

بدھا کی لاش کو محفوظ کرنے کا ذکر

مندرجہ بالا روایت کے غور طلب نکات پر بحث پیش خدمت ہے جس کا اکثر حصہ پروفیسر جوہانس برونک ہورسٹ صاحب کے مضامین کی بنیاد ہے۔

سنسکرت زبان میں لفظ ''تائیلا ڈرونی'' (پالی زبان میں ''تیلا ڈونی'') یعنی تیل سے بھرے ٹب کا ذکر ہندوستان کی قدیم مذہبی کتابوں مثلاً وید اور رامائن میں بھی آخری رسومات کے حوالے سے ملتا ہے۔ جب ''تائیلا ڈرونی'' لفظ کو ان کتابوں میں استعمال کیا گیا ہے تو اس ضمن میں کیا گیا ہے کہ لاش کو مختلف مقاصد کے لئے محفوظ کرنا مثلاً کسی کا انتظار کرنے کے لئے یا کسی اور جگہ لاش کو منتقل کرنے کے لئے۔ پھر کیا ہم اس سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بدھا کے ضمن میں بھی اس سے مراد لاش کو محفوظ کرنا ہے؟ بدھا کی لاش کو محفوظ کرنے کی غرض کو آگے مضمون میں بیان کیا جائے گا۔ مزید برآں جب یہ کہا جاتا ہے کہ بدھا کی لاش کو جلانے کے وقت تیل والے ٹب سے باہر نہیں نکالا گیا تو گویا دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ تیل سے بھرے ٹب کو بمعہ بدھا کی لاش کے ساتھ جلانے والی جگہ پر رکھ کر جلا دیا گیا۔

ایک فرنچ سکالر جناب آندرے باری آ ؤ کے مطابق ایسا کرنے سے بدھا کے جسم کو راکھ اور ہڈیوں میں تبدیل ہونے کی بجائے جیسے ایک پین میں مچھلی فرائی ہوتی ہے ویسے ڈیپ فرائی ہو جانا چاہئے تھا۔ ایک لوکل کریماٹوریم کے ڈایئریکٹر کے مطابق مزید اس بات کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر تیل والے ٹب کو ڈھانپ کر آگ پر رکھا جاتا تو درجہ حرارت بڑھنے سے دھماکہ کا احتمال ہوسکتا تھا اور اگر بغیر ڈھانپ کر تیل والے ٹب کو جسم کے ساتھ آگ پر رکھا جائے تو گرم تیل میں جلنے کے بعد جسم کی ہڈیوں اور باقیات کو گندگی کی شکل میں تیل میں تیرنا چاہئے تھا (فرنچ سے انگلش ترجمہ: ریسرچ آن دی بیوگرافی آف دی بدھا ان دی سوترا پیٹا کا اینڈ اینشنٹ وینایا پیٹا کا)۔ گیرڈ فسمان سکالر کی رائے میں بھی اس زمانے میں کوشی نگر میں اتنے کم وقت میں لوہے کا ٹب میسر کرنا بہت مشکل تھا۔ اگر کوئی ٹب استعمال کیا گیا تھا تو وہ درخت کے تنے کو خالی کر کے تیار کیا گیا ہوگا۔

ایک سٹوپا یا کئی سٹوپا کی تعمیر

ان مندرجہ بالا نکات کی بنا پر برونک ہورسٹ کے خیال میں وقت گزرنے کے ساتھ اس روایت میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہوں گی۔ اس کے نزدیک اصل حقیقت کچھ یوں ہو گی:

ان کے خیال میں ہوسکتا ہے کہ بدھا کو دفنایا گیا ہو۔ مگر دفنانے سے پہلے لاش کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے تیل میں رکھا گیا ہوگا تا کہ اس عرصہ کے دوران ایک سٹوپا کی تعمیر کی جا سکے۔ کچھ عرصہ بعد اس دفنانے کے واقعہ کو جلانے میں تبدیل کر دیا گیا ہوگا۔ اس کو تبدیل کرنے کی وجہ کیا ہوسکتی تھی؟ کیوں یہ اتنی بڑی تبدیلی اس واقعہ میں لائی گئی؟ برونک ہورسٹ کی رائے میں وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ دفنانے کے لئے صرف ایک سٹوپا کو تعمیر کرنا تھا جبکہ جلانے کے بعد ان کی راکھ اور ہڈیوں کو تقسیم کرنے کے لئے کئی سٹوپا کی تعمیر ضروری تھی۔

یعنی ان کی بات سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک سٹوپا کی موجودگی سے پتہ چلتا ہے کہ بدھا کے جسم یا ان کی باقیات کو ایک ہی جگہ رکھا گیا ہوگا اور کسی دوسرے تصور کو فروغ نہیں ملتا۔ مگر باقیات کا تقسیم ہونا اور کئی سٹوپا کی تعمیر کے ذکر سے (آگے چل کر اسی روایت میں ان کی جسم کی راکھ کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے اور ان کو مختلف سٹوپا میں رکھنے کا ذکر ملتا ہے) ایک نئی سوچ اور نئے عقیدے نے جنم لیا جس نے راکھ اور ہڈیوں کی پوجا کے گرد گھومنا شروع کر دیا۔ جس سے عجیب وغریب کہانیوں نے جنم لیا۔ اس کا اثر ہم بعد میں آنے والے وقت میں بھی دیکھتے ہیں مثلاً بعد کی روایات میں آتا ہے کہ مہاراجہ اشوکا نے پہلے سے تقسیم شدہ ان آٹھ حصوں کو (راکھ اور ہڈیوں) مزید چوراسی ہزار حصوں میں بانٹ کر چوراسی ہزار نئے سٹوپا تعمیر کروا دیے۔

برونک ہورسٹ کے مطابق حیرت کن بات اس روایت میں یہ ہے کہ بدھا نے اپنے مرید انندا سے بات کرتے وقت تو صرف ایک سٹوپا کا ذکر کیا تھا (مگر آگے چل کر اسی روایت میں ان کی جسم کی راکھ کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے اور ان کو مختلف سٹوپا میں رکھنے کا ذکر ملتا ہے) اس بنا پر برونک ہورسٹ یہ سوال کرتا ہے کہ کیا بدھا کو مرنے کے بعد اپنے جسم کی راکھ کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے اور اس کی پوجا کیے جانے کی رسم کا پہلے سے نہیں پتہ تھا؟ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ان کے مرید بدھا کی تعلیم کو جانتے نہ ہوں۔ دوسرے لفظوں میں آپ کے مریدوں کو بھی اس بات سے باخبر ہونا چاہئے تھا۔

برونک ہورسٹ نے اس روایت میں موجود اس فقرے کی طرف توجہ دلائی ہے: ”پھر ہر طرح کے خوشبودار تیل سے جلانے والی جگہ کو تیار کر کے راجا کے جسم کو جلا دیا جاتا ہے“

اس فقرے کو یا تو بعد میں شامل کیا گیا ہے یا پھر کسی دوسرے فقرے کو نکال کر اس فقرے کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر اس فقرے کو روایت سے نکال دیا جائے تو برونک ہورسٹ کے مطابق حقیقت یہ ہی لگتی ہے کہ بدھا کی لاش کو بغیر جلائے صرف ایک ہی سٹوپا میں رکھا گیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ لاش کو محفوظ کرنے کے لئے تیل میں رکھا گیا تا کہ ایک سٹوپا کی تعمیر کی جا سکے۔ جب ہم مہاپرینروانا سترا کا چینی زبان میں ترجمہ پڑھتے ہیں (جس پر آندرے باری آ وَ نے تحقیق کی) تو ہمیں اس موقف کی کچھ تصدیق ملتی ہے:

پہلی بات اس چینی ترجمہ میں ہمیں بدھا کے جسم کو جلانے کا تو ذکر ملتا ہے مگر جلانے کے بعد کی راکھ اور ہڈیوں کی تقسیم کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور جب ذکر ملتا ہے تو صرف اس صورت میں کہ کوشی نگر کے قریب ساری باقیات کو ایک ہی سٹوپا میں ڈالا گیا۔ اسی ترجمہ میں اس بات کا بھی ذکر ملتا ہے کہ وفات سے لے کر سٹوپا کی تعمیر کا عرصہ 90 دن کا تھا۔ اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ سٹوپا کی تعمیر کے لئے کافی عرصہ درکار تھا۔ اس لئے جسم کی باقیات کو سٹوپا میں رکھنے کے لئے کافی وقت لگا۔

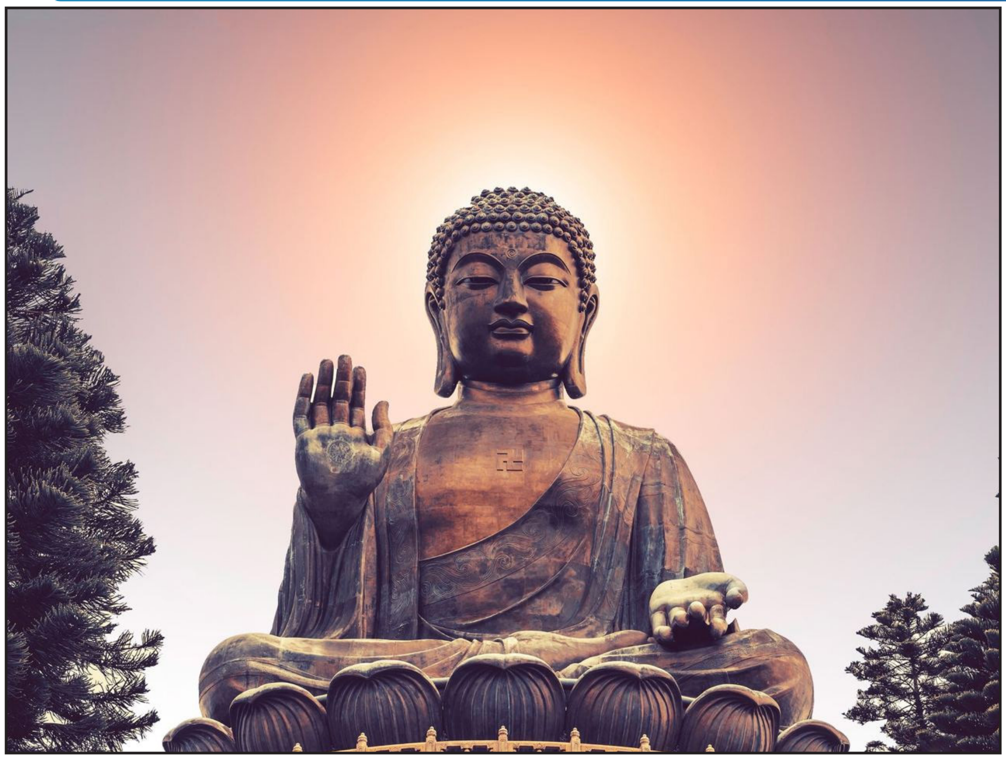

بے شک یہ چینی ترجمہ بھی سو فیصد درست نہیں کیونکہ اس میں بھی راکھ اور ہڈیوں کا ذکر ملتا ہے مگر اوّل اس میں راکھ اور ہڈیوں کو تقسیم کرنے کا اور بعد میں ان باقیات کے لئے کئی سٹوپا تعمیر کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔ دوسری دلچسپ بات یہ کہ اس میں بدھا کی وفات سے لے کر سٹوپا کی تعمیر تک کا عرصہ 90 دن کا بتایا جاتا ہے۔ اتنے لمبے عرصے کے لئے لاش کو محفوظ کرنے کے لئے تیل کا استعمال کیا گیا ہوگا۔

خاکسار عرض کرنا چاہتا ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے پاس بدھاؑ کے مریدوں کی زندگی اور وفات کے حالات کے بارے میں بہت کم معلومات موجود ہیں۔ اگر ہم ان کے مریدوں کے حالات زندگی جانتے اور تاریخ نے انہیں تفصیل سے محفوظ کیا ہوتا تو ہم یہ نتیجہ نکالنے میں کامیاب ہو سکتے تھے کہ مرید بھی اپنے مرشد کے بتائے ہوئے آخری رسومات کے طریقوں پر عمل کر رہے تھے۔

بدھ مت کی دوسری روایات

بدھ مت کی کچھ دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ پرانے وقتوں میں جب بدھ مت کے پیرو کار وفات پاتے تھے تو ان کو دفنانے کا بھی رواج قائم تھا۔ مثلاً قدیم زمانے میں ایک بدھا گزرا ہے جس کا نام ”کاشیپا“ بتایا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس کو بغیر جلائے مکمل ڈھانچے کے ساتھ ایک ہی سٹوپا میں دفنایا گیا (ریلکس آف دی بدھا)۔

ایک اور بدھ مت کی روایات اور رہنمائی کے اصولوں کی کتاب کا نام ”وینایا“ ہے۔ آندرے باری آ وَ اور جوہانس برونک ہورسٹ نے اس کتاب کے چینی ترجمہ میں موجود اس اصول کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں لکھا ہے کہ جس کپڑے میں لاش کو لپیٹا گیا ہو سٹوپا میں دفناتے وقت کپڑے کو اس لاش سے نہیں ہٹانا چاہیے۔ (فرنچ سے انگلش ترجمہ: دی کنسٹرکشن اینڈ ورشپ آف سٹوپاز اوکاڈن ٹو دی وینایا پیٹا کا)۔

پانچ سو دفعہ لاش کو کپڑے میں لپیٹنے کا اضافہ

بدھا اور ان کے مرید انندا کی گفتگو والی روایت پر غور کیا جائے تو مزید ایسے شواہد ملتے ہیں جس کو پڑھنے سے یوں لگتا ہے کہ اس میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے جیسا کہ پانچ سو دفعہ لاش کو کپڑے میں لپیٹنے والی بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اگر اس طرح کیا جائے تو الفریڈ فاؤچر سکالر کے مطابق بہت بڑی ممی بن جاتی جس کو دفن کرنا یا ٹب کے اندر فٹ کرنا ہی بہت مشکل کام ہو جاتا۔ (فرنچ سے انگلش ترجمہ: دی لائف آف دی بدھا اوکارڈِنگ ٹو دی ٹیکسٹس اینڈ مونومنٹز آف انڈیا)۔

کیا بدھا کی لاش کو گنگا کی طرف لے جایا گیا؟

ایک اور سکالر جس کا نام جین پریزلوسکی ہے اس نے آپ کے جسم کو محفوظ کرنے اور دفنانے کے بارے میں اپنی رائے اس طرح پیش کی ہے: اس کے خیال کے مطابق بھی تیل بھرے ٹب کا مقصد بدھا کے جسم کو خراب ہونے سے محفوظ رکھنا تھا۔ جس طرح روحانی لوگ جو دنیا کو ترک کر دیتے تھے (سنیاسی) ان کو دریائے گنگا کے کنارے (جو سمندر سے جڑ جاتا ہے) پرانے وقتوں میں دفنایا جاتا تھا یا پھر کسی کشتی میں لاش کو رکھ کر بہا دیا جاتا تھا اسی طرح جین پریزلوسکی کے خیال کے مطابق بدھا کے مرید بھی آپ کے جسم کو محفوظ کر کے گنگا کی طرف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہوں گے (شیئرنگ دی ریلکس آف دی بدھا)۔ بدقسمتی سے جین پریزلوسکی نے بدھا کے جسم کو اس طرح لے جانے کے حوالے سے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں پیش کیا کہ جس کی بنا پر ہم اس کی بات پر یقین کر سکیں۔

مستقبل کی ریسرچ آثار قدیمہ کے ذریعے

آخر میں خاکسار عرض کرنا چاہتا ہے کہ بے شک اس مضمون کو پڑھنے کے بعد ہم کسی خاطرخواہ نتیجے پر نہیں پہنچ سکے لیکن مستقبل میں ہمارے لئے آثار قدیمہ کے ذریعے اس پر ریسرچ کرنے کے راستے کھل گئے ہیں اور اس ضمن میں ہمیں برونک ہورسٹ کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کرنا پڑے گا کہ جس نے اس واقعہ پر دلائل کے ساتھ بدھا کے جلانے اور دفنانے کے نظریات پر روشنی ڈالی ہے۔ نہ صرف بدھا بلکہ مہاویرا کی وفات کے بعد کے مسئلے پر بھی اپنے ایک دوسرے مضمون میں کچھ روشنی ڈالی ہے (وٹ ہیپنڈ ٹو مہاویرا اس باڈی؟)۔ اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور جب وہ چاہے گا وقت آنے پر اسے کھول دے گا۔ ان شاءاللہ ہمیں اصل حقیقت کو جاننے کی کوششیں ہمیشہ جاری رکھنی چاہئے۔ امید ہے کہ قارئین کے لئے یہ مضمون دلچسپی اور ان کے علم میں اضافے کا باعث ہوگا۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: نایاب ہوتے پانی کی قدر کریں...... از صفحہ 5

دیر میں استعمال کرنا ہے۔ گھر اور گاڑی دھونے میں نل سے پائپ لگائیں تو اتنی ہی دیر کھولیں جب استعمال ہو رہا ہو۔ یا ضرورت کا پانی بالٹی میں لے لیں اسی طرح پودوں کو پانی ڈالنے میں بھی پائپ کھلا نہ چھوڑیں بندہ بھول جاتا ہے اور پانی بہتا رہتا ہے۔ غسل وغیرہ کرنے میں کوئی اندازہ رکھیں بے حساب پانی نہ بہائیں۔ اگر کسی دن صرف اندازے کے لئے پیسٹ کرتے وقت نل کے آگے کوئی برتن رکھیں تو علم ہوگا کہ کتنا پانی فالتو بہا دیا۔ ہاتھ کی ایک ہلکی سی حرکت سے پانی بند اور کھول سکتے ہیں اور کئی لیٹر پانی بچا سکتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دوسروں کو پانی کے حصول میں مدد دے کر ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے مدین کے چشمے پر دو خواتین کو پانی لینے میں مدد دی اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ

(القصص: 25)

اے میرے ربّ! یقیناً میں ہر اچھی چیز کے لئے، جو تُو میری طرف نازل کرے، ایک فقیر ہوں۔

اور اس فقیر کو اللہ تعالیٰ نے کیا کیا عطا کر دیا۔ بے گھر مسافر تھے۔ گھر دیا بیوی دی کام دیا نبوت دی۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارش کہاں تک گن سکتے ہیں۔

پانی نہ صرف انسانی حیات کے لئے ضروری ہے بلکہ کرۂ ارض پر ہر ذی روح کی حیات کا تصور پانی کے بغیر مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قیمتی تحفے کا تحفظ بہت ضروری ہے ورنہ دنیا میں قلت آب کا خطرہ ہے موسموں کا مزاج بدل رہا ہے زمین کی حدت میں اضافہ ہو رہا ہے زیر زمین پانی کے ذخیرے کم ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں پانی بہانے کی بجائے پانی بچانا اپنے اور آئندہ آنے والی نسلوں کی زندگی کی ضمانت ہے۔

یہ پانی جتنا زیادہ بہا سکیں بہائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’عاجزی اپنا شعار بنا لو اور رونے کی عادت ڈالو کیونکہ رونا اسے بہت پسند ہے۔ اگر 40 دن تک رونا نہ آئے تو سمجھو کہ دل سخت ہو گیا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ راتوں کو رو رو کر دعائیں کریں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 132)

آنکھ کا پانی جتنا زیادہ بہا سکیں بہائیں اس کا بہانا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ پسند کرتا ہے کہ ہم آنکھ کے پانی کے ساتھ اس سے دعائیں مانگیں اپنے لئے خیر اور مغفرت اور شر سے حفاظت مانگیں۔

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذُوالمِنَن
یہ شجر آخر کبھی اِس نہر سے لائیں گے بار
کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
لرزہ آیا اِس زمیں پر اُس کے چِلّانے کے دن
آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اَے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

(درثمین)

اول تو اپنی آنکھ کا پانی لہو کرو
پھر اس لہو سے رات کو اٹھ کر وضو کرو

(چودھری محمد علی)

سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ
بہت کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

’’محبت کا ایک آنسو‘‘ کے عنوان سے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ کی ایک نظم ہے لکھتے ہیں:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سات قسم کے آدمی عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہو گا جس کے متعلق آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ:

رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہِ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ

(وہ آدمی جو علیحدگی میں اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کے خوف سے اس کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ ترجمہ از ناقل) یہ پر کیف نظم اسی تنہائی کے آنسو کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔

ہزار علم و عمل سے ہے بالیقیں بہتر
وہ ایک اشکِ مَحبت جو آنکھ سے ٹپکا
خراجِ حُسن میں ہر جِنس سے گِراں مایہ
نُذُورِ عشق میں کیا خوب گوہرِ یکتا
خلاصہٗ ہمہ عالَم ہے قَلب مومِن کا
خلاصہٗ دِل مومِن یہ اشک کا قطرہ

(الفضل 23اکتوبر 1924ء)

چھوٹی مگر سبق آموزبات

انسانیت

انسان تو ہر گھر میں جنم لیتے ہیں اور ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں لیکن انسانیت کہیں کہیں جنم لیتی ہے۔ کہیں کہیں یہ دکھائی دیتی ہے۔ بہت نایاب ہے۔

مرسلہ: محمد عمر تماپوری۔ انڈیا

06 مئی 2022ء

		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:25	18:48
مدینہ منورہ	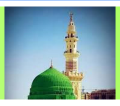	04:19	18:54
قادیان		04:08	19:12
ربوہ		03:48	18:52
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:58	20:33

فقہی کارنر

قبر پر جا کر کیا دعا کرنی چاہیۓ؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر دہلی کا ذکر کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب اخبار لکھتے ہیں:۔

خواجہ باقی باللہ کے مزار پر جب ہم پہنچے تو وہاں بہت سی قبریں ایک دوسرے کے قریب قریب اور اکثر زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ میں نے غور سے دیکھا کہ حضرت اقدسؑ نہایت احتیاط سے ان قبروں کے درمیان سے چلتے تھے تا کہ کسی کے اُوپر پاؤں نہ پڑے۔ قبر خواجہ پر پہنچ کر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور دعا کو لمبا کیا۔ بعد دعا مَیں نے عرض کی کہ قبر پر کیا دعا کرنی چاہیۓ تو فرمایا:۔

’’صاحب قبر کے واسطے دعائے مغفرت کرنی چاہیۓ اور اپنے واسطے بھی خدا تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے۔ انسان ہر وقت خدا کے حضور دعا کرنے کا محتاج ہے۔‘‘

قبر کے سرہانے کی طرف ایک نظم خواجہ صاحب مرحوم کے متعلق لکھی ہے۔ بعد دعا آپؑ نے وہ نظم پڑھی اور عاجز راقم کو حکم دیا کہ اس کو نقل کر لو۔

(بدر 31 اکتوبر 1905ء صفحہ 1)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)